نبوی صلعم ہین، دوسرے مین خلقِ نبوی کے واقعات، اور تیسرے مین ارکانِ اسلام، اور اُس کے
فوائد بیان کئے گئے ہین، زبان سادہ آسان اور بچون کے مذاق کے مطابق ہے، ایک دو مقامون
پر خفیف سا تسامح ہو گیا ہے، آنحضرت صلعم نے یہ جواب کہ "خدا کی قسم اگر مکہ والے میرے ایک ہاتھ
پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھدین" کفار مکہ کو نہین، بلکہ اپنے چچا ابو طالب کو دیا تھا، اسی
طرح انصار آپکے حالات سُن کر تحقیق کے لئے مکہ نہین آئے تھے، بلکہ حج کے لئے آئے تھے،

رسالۂ دینیات مؤلفہ مولینا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی تقطیع بڑی ضخامت ۱۳۶ صفحے،
کاغذ، کتابت وطباعت بہتر قیمت مع محصولڈاک ۱ر، پتہ دفتر رسالہ ترجمان القرآن لاہور،

مولینا ابو الاعلیٰ صاحب نے یہ رسالہ عرصہ ہوا لکھا تھا، اس کے پہلے اڈیشن پر معارف مین ریو
ہو چکا ہے، اس مین اسلام کے عقائد، اعمال، عبادات، اور حقوق وغیرہ جملہ ضروری مسائل اور
ان کی حکمتون اور مصلحتون کو نہایت دلنشین انداز مین لکھا ہے، یہ اس کا دوسرا اڈیشن ہے، اس مین
مؤلف نے بہت سے مفید اضافے کئے ہین، یہ رسالہ خصوصیت کے ساتھ نوجوانون کے مطالعہ
کے لائق ہے،

معین المنطق مؤلفہ مولینا محمود حسن صاحب مدرس اوّل جامعہ حسینیہ راندیر سورت تقطیع
چھوٹی ضخامت ۱۲۸ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۸ر مصنف سے ملے گی،

منطق کوئی مشکل فن نہین ہے، لیکن اسکی جو کتابین عربی نصاب مین داخل ہین، اور ان کی تعلیم کا
جو طریقہ ہے، اس سے عموماً طلبہ کو خالص فن کے مسائل ذہن نشین کرنے مین دشواری ہوتی ہے
فاضل مؤلف نے جن کی ساری عمر تعلیم و تدریس مین گذری، ہی، خالص فن کے تمام ضروری مسائل
کو نہایت سہل اور دلنشین طرز مین اختصار و جامعیت کے ساتھ اردو مین لکھدیا ہے، اور روزانہ کی مثالون
سے اس کی پوری تشریح کر دی ہے، ابتدائی جماعت کے طلبہ کیلئے یہ رسالہ مفید ہے، "م"

"جلد ۴۵" ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۰ء" عدد ۲"

مضامین

مضمون	مصنف	صفحات
شذرات،	سید سلیمان ندوی،	۸۲ - ۸۴
مولانا سید سلیمان ندوی کا پہلا کارنامہ،	مولنا مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی،	۸۵ - ۱۰۴
خطبۂ صدارت شعبہ اردو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ،	سید سلیمان ندوی،	۱۰۵ - ۱۲۲
مشرق اور سمت قبلہ،	مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری استاذ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ،	۱۲۳ - ۱۳۸
تراجم قرآن،	"ا۔ د"	۱۳۹ - ۱۴۳
اخبار علمیہ،	"ض ع"	۱۴۴ - ۱۴۵
رسالون کے سالنامے اور خاص نمبر،	"م"	۱۴۶ - ۱۵۶
مطبوعات جدیدہ	"م"	۱۵۷ - ۱۶۰

شذرات

پچھلے پرچہ سے **سیرۃ نبوی** علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی چھٹی جلد پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے، ایک ذمہ دار صاحب قلم کے قلم سے جو تبصرہ بصیرت افروز ہو رہا ہے وہ خاکسار مؤلف کی پوری چوتھائی صدی کی خدمت کا ایک ایسا معاوضہ ہے، جس کے لئے وہ سراپا سپاس گذار ہے، یہ تبصرہ بجائے خود اس تاریک زمانہ مین جس کو روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے فکر وعمل کے لئے چراغ راہ ہے، ضرورت ہے کہ اہل نظر اس کو بار بار پڑھین اور اس کی تہ تک پہنچین،

خاکسار مؤلف کی بڑی خواہش تھی کہ علوم اسلامیہ اور اخبار محمدیہ کے ماہرین مین سے کوئی صاحب ہمدردی اور دلسوزی سے غور فرماتے کہ مؤلف جس راستہ پر جس طرح چل رہا ہے وہ کہان تک صحیح ہے، اور کہان تک اس مین اصلاح کی گنجایش ہے، مؤلف کی دیرینہ خواہش کی یہ پہلی تکمیل ہے، صاحب تبصرہ نے اپنی لطیف و نازک طرز تحریر مین مؤلف کو جن گوشون کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ پہلے سے بھی نظر مین تھے، اور اب وہ اور زیادہ انشاء اللہ تعالیٰ قابل توجہ رہین گے،

زمانہ کے دست شاطر نے ہمارے علماء کے سامنے اب بالکل نئی بساط بچھائی ہے، نئے خیالات اور نئے مسائل کی نئی مشکلات ہمارے سامنے ہین، ضرورت تو یہ تھی کہ اہل فکر اور عاقبت بین علماء آپس مین مل کر ان مشکلات کا حل سوچتے، اور ان کی راہین کھولتے، لیکن جب اس وقت یہ صورت

نہین تو شخصی طور سے جس سے جو کچھ ہو سکتا ہے اس کو کرتا ہے، سیرۃ نبوی کی جلدین ان ہی حالات وخیالات کو سامنے رکھکر ترتیب پا رہی ہین، السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ،

چھٹی جلد کے بعد ساتوین جلد کا مرحلہ ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس جلد کا موضوع معاملات ہوگا، معاملات سے مقصود اسلام کے وہ مسائل ہین جن کی حیثیت قانون کی ہے، اس مین سب سے پہلی چیز خود سلطنت اور آداب سلطنت ہین جس پر قانون کے چلانے کی ذمہ داری ہے، پھر اسلام کے ہر قسم کے قوانین، معاشرتی، تمدنی، اجتماعی، اقتصادی کی تشریح کا کام ہے، یہ ہمارے لئے مباحث کا نیا راستہ ہوگا اور اسی لئے اس کے طے کرنے کی مشکلین بھی نظر کے سامنے ہین،

ہمارے ناظرین کو یہ سنکر بڑی خوشی ہوگی کہ مصری یونیورسٹی کے ایک فاضل پروفیسر عبد الوہاب عزام نے جو وہان فارسی اور اردو کے استاذ ہین، ہماری سیرۃ النبیؐ کے عربی ترجمہ کی اجازت ہم سے چاہی ہے، جس کو ہم نے خوشی سے منظور کیا ہے، موصوف نے اس سلسلہ مین جو خط لکھا ہے اس کی چند سطرین یہ ہین،

"مین نے آپ کی سیرۃ نبویہ کا ترکی ترجمہ پڑھا تو مین نے اس کو اس لائق پایا کہ خود قرآن پاک کی زبان مین اس کا ترجمہ کیا جائے، اس لئے مین نے اور چند ہندوستانی بھائیون نے مل کر یہ ارادہ کیا ہے کہ ہم عربی مین اس کا ترجمہ کرین"

اس ضروری کام کے لئے خود میرا ارادہ تھا کہ مصر جا کر ان مجلدات کا عربی مین ترجمہ کرون، مگر نظر یہ آتا ہے کہ یہ تمنا دل کی دل ہی مین رہیگی، اس لئے اس خیال کی تکمیل کا اس سے بہتر موقع

نہین ہوسکتا، خدا اس کو انجام تک پہنچائے،

سیرۃ کے انگریزی ترجمہ کا خیال بھی مدتون سے ہے، اور کئی صاحبون نے اس کی اجازت مانگی اور دی گئی مگر پورا کسی نے نہ کیا، اسی اثنا مین خود اپنے ہی یہان اس کام کو شروع کیا گیا، مگر کچھ ایسے اسباب ہوے کہ پھر یہ کام رک گیا، اب لاہور کے ایک ممتاز صاحب دل صاحب قلم خواجہ عبد الوحید (سکریٹری اسلامک ریسرچ سوسائٹی) نے ہمت کی اور اس کے دیباچہ کا انگریزی ترجمہ خدام الدین کے انگریزی پرچہ اسلام مین شائع کیا، اور اب وہ ہمت کر رہے ہیں کہ پوری کتاب کا ترجمہ انگریزی مین کرین، خدا کرے یہ کام بھی تکمیل کو پہنچے،

مولنا شبلی مرحوم کی **الفاروق** کے انگریزی ترجمہ کا خیال بھی کئی صاحبون نے کیا، لیکن آخر اس کی اولیت کا فخر اسی کو حاصل ہوا جس نے اس کام کو سب سے پہلے شروع کیا تھا، یعنی مولوی ظفر علی خان صاحب، انھون نے ۱۸۹۹ء ہی مین جب الفاروق نکلی تھی اور وہ حیدرآباد مین تھے شمس العلما مولنا سید علی بلگرامی اور مولوی عزیز مرزا مرحوم کی تحریک سے اس کو شروع کیا تھا، مگر ایک ہی جلد کا کر کے رہ گئے تھے، اب وہی پہلی جلد شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور کے بکڈپو سے چھپکر شائع ہوئی ہے، کتاب صاف ستھری چھپی ہے، چار روپیے قیمت ہے، اور وہین سے مل سکتی ہے،

سیر الصحابہ کے سلسلہ کی پہلی جلد خلفاے راشدینؓ ہے، اس کے بیرونی ترجمہ کا قرعۂ فال ایک ایسے اسلامی ملک کے نام نکلا ہے جسکی ہمت کا یہ پہلا امتحان ہوگا، یعنی **مالدیپ**، اس چھوٹے سے جزیرہ مین ہمارے دار العلوم ندوہ کے چند فارغ التحصیل علما ہین، ان مین سے ایک محمد حسن صاحب مالدیپی ہین، موصوف نے ایک خط لکھکر اس کے ترجمہ کی اجازت مانگی ہے، اور کام شروع کر دیا ہے، خدا ہمت دے،

مقالات

مولینا سید سلیمان ندوی کا پہلا "کارنامہ"

از مولینا مناظر احسن گیلانی، صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن

(۲)

واقعہ تو یہ ہے کہ کتاب اول سے آخر تک اپنی گذشتہ مجلدات کی طرح عالمانہ مباحث اور محققانہ مسائل سے لبریز ہے، لیکن معارف وحقائق کے اس "خروار" سے چند مہمات کا اجمالی تذکرہ بطور نمونہ کے مین پیش کرنا چاہتا ہون،

اخلاق کا تعلق انسانیت سے

وہی بات جس کا ذکر تمہید مین کیا گیا تھا، کہ خود انسان اور انسانیت کے سدھار اور بگاڑ کی جس علم مین بحث وتحقیق کی جاتی ہے، اسی کا نام مذہب ہے، اس بنیاد پر اسلام کے اخلاقی نظام کے پیش کرنے والے کے سامنے قدرۃً سب سے پہلے یہی سوال آتا ہے، اور اسی کو آنا چاہئے، کہ مذہب کے اخلاقی حصّہ کا تعلق اس کے موضوع یعنی انسانی وجود کے کس شعبہ سے ہے،

سید صاحب نے بحث کا آغاز اسی سوال کے جواب سے بایں الفاظ فرمایا ہے،

"انسان جب اس دنیا مین آتا ہے تو ہر شے سے تھوڑا بہت تعلق اسکو پیدا ہوجاتا ہے اسی تعلق کے فرض کو بحسن وخوبی انجام دینا اخلاق ہے"

اسلامی اخلاق کی وسعت

پھر اسی کی تشریح فرماتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ "اسلامی اخلاق" کے دائرہ کی وسعت کا ایک اجمالی خاکہ ان الفاظ میں پیش فرماتے ہین،

"اس کے (انسان کے) اپنے مان باپ، اہل وعیال، عزیز، رشتہ دار، دوست واحباب سے تعلقات ہین"

دائرہ کو اور آگے بڑھاتے ہوئے آخر اس فقرہ پر ختم کرتے ہین،

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھکر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہین اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہین،

یہ ہے اس علم کے اس حصہ کی کامل اور جامع تعریف جسے عموماً دنیا کے عام مذاہب خصوصاً اسلام نے پیش کیا ہے،

قانون ونظم حکومت اور اخلاق

وہ ساری چیزین جو آدمی کے لئے ہین، انھین آپ سنوارتے اور سلجھاتے ہوئے آگے بڑھاتے چلے جائیے، لیکن اگر انسانی حقیقت کے اس پہلو کے سنوارنے اور سلجھانے مین غفلت برتی جائے، تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا، ؟

سید صاحب کے الفاظ مین اس کا جواب یہ ہے:-

"دنیا کی ساری خوشی، خوش حالی، اور امن وامان اخلاق کی دولت سے ہے"

مطلب یہ ہے کہ سب کچھ ہو اور کسی قوم کے پاس یہ دولت نہ ہو، تو اسکی ساری خوش حالیان بدحالیون سے اور سارا امن وامان، فساد اور بگاڑ سے بدل جائے گا، مولینا نے سچ لکھا ہے، کہ دنیا کا سارا حکومتی نظام عدالت، کوتوالی، فوج، مجالس قانون وغیرہ جس پر ہر ملک مین لاکھون اور کرورون روپئے آدمی کی کمائی کے بے دردی کے ساتھ خرچ کئے جاتے ہین، ان سب کا مقصد صرف انسان کے اسی اخلاقی پہلو کی تصحیح ہے، فرماتے ہین، :-

اسی دولت (اخلاقی دولت) کی کمی حکومت وجماعت اپنی طاقت وقوت کے قانون سے پورا کرتی ہے،

کتاب کا پہلا باب اخلاق کی اہمیت اسلام مین

علم اخلاق کی تعریف کے بعد، کتاب کا پہلا باب شروع ہوتا ہے، جس مین یہ دکھایا گیا ہے کہ اس علم کی آخری تجدیدی شکل اسلام مین انسانی زندگی کے اس پہلو کو کتنی

اہمیت دی گئی ہے،

سید صاحب نے اس سلسلہ مین قرآنی آیتون اور صحیح حدیثون کی روشنی مین اس کے "بلند مقام" کی ایسی دلکش تصویر اتاری ہے، اور اتنے مختلف پہلوؤن سے "اسکی اہمیت" کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپکی اجتہادی نکتہ نوازیون کے تحسینی اعتراف پر دل مضطر ہو جاتا ہے،

تزکیہ کی تشریح

سب سے پہلے اس ذیل مین آپ نے چند اہم قرآنی اصطلاحات "مثلاً تزکیہ حکمت تقوی" وغیرہ کی تشریح کی ہے، تزکیہ کی تفسیر جن صحیح حدیثون کی راہنمائی مین کی گئی ہے، تفسیر القرآن بالحدیث کا وہ بہترین نمونہ ہے، بطور مثال کے مین اسے درج کرتا ہون، اسی سے دوسرے الفاظ کی تشریحون کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، بیان کا خلاصہ یہ ہے:-

کہ ختمی مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفات قرآن مین جو بیان کئے گئے ہین، ان مین ایک سے زیادہ مقام پر یزکیھم آپ کی صفت قرار دی گئی ہے، (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تزکیہ کرتے یا انکے اوصاف ستھرا کرتے ہین) سید صاحب اب قرآن کے اسی بیان کی تشریح واقعات کی روشنی مین کرنا چاہتے ہین، اس سلسلہ مین ان کا ذہن دنیا کے دو عظیم الشان شاہی درباروں مین پہونچا ہے اور اسی تزکیہ کے لفظ کی شرح ان مین سے ایک دربار مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن نے اور دوسرے دربار مین ایک دوست نے جو کی تھی، اسی کو قرآن کے اس لفظ کی تفسیر قرار دیتے ہین،

مطلب یہ ہو کہ ہرقل قیصر روم کے دربار مین قافلۂ قریش جن کے سردار اس زمانہ مین ابوسفیان تھے، اور اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے، بلکہ اعدائے نبوت کے سرخیلون مین تھے، ان سے خود قیصر نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے، تو ابوسفیان نے جواب مین کہا، :-

وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی عبادت کے ساتھ لوگون کو سکھاتے ہین، کہ وہ پاکدامنی

اختیار کریں، سچ بولیں، قرابت کا حق ادا کریں"

یہی سید صاحب کے خیال میں دشمن کی وہ شہادت ہے، جو قرآن کے لفظ یزکیھم کی تفسیر کر رہی ہے،

یہی دوست کی شہادت تو وہ ابی سینیا (حبشہ) کے بادشاہ نجاشی کے دربار کا واقعہ ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجاشی کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو مشہور تاریخی تقریر کی تھی، اسی میں یہ بھی تھا،

"وہ سکھاتے ہیں کہ ہم پتھروں کو پوجا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں"

اور دونوں روایتیں بخاری کی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ صحیح حدیثوں کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کا یہ کتنا اچھا طریقہ ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ تفسیر کی اکثر کتابوں میں پہلی دفعہ جن آیتوں کے نیچے جو حدیثیں درج کر دی گئی ہیں، (جو عموماً ضعیف الاسناد ہیں) پچھلوں نے بھی زیادہ تر انہی پر قناعت کرکے پھر بہت کم اس پر غور کیا کہ اس میں کچھ اور اضافہ ممکن ہے یا نہیں،

ایمان کے بعد مذہب کے دو بازو

تقریباً یہی طرز عمل دوسرے قرآنی اصطلاحات کے متعلق اختیار کرکے مذہبی تعلیم کے اخلاقی حصہ کی جو اہمیت ان آیتوں سے ثابت ہوتی ہے، اس کو دکھانے کے بعد قرآن کے دو دو لفظ کے صرف دو فقروں یعنی

واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر — پوجا اپنے پروردگار کو اور کرو بھلائی،

میں تو سید صاحب کے روشن دل کو ایک دنیا سمٹی ہوئی نظر آگئی، فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ

"ایمان کی روح کے بعد دعوت محمدی (صلوٰۃ اللہ علی صاحبہا) کے دو بازو ہیں، ایک عبادت

دوسرا اخلاق، ایک خالق کا حق، دوسرا مخلوق کا، ان ہی (مخلوقات کے حق) کے مجموعہ کا نام اخلاق ہے"

گویا اس آیت کے روسے ایمان کے بعد نصف اسلام صرف "اخلاق" رہ جاتا ہے، اسلام میں اخلاق کی کیا اہمیت ہے، اس کو واضح کرنے کے لئے اب اور کیا چیز پیش کیجا سکتی ہے؟

لیکن سید صاحب کا شبدیز خامہ یہیں پر پہونچ کر ٹھٹھک نہیں گیا، بلکہ وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا ہے

حقوق العباد

حقوق اللہ کے مقابلہ میں فقہائے اسلام نے قانوناً حقوق العباد کو جو ترجیح دی ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مل سکتی ہے، اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے اسلام کا یہ فیصلہ کہ حقوق العباد کے معاف کرنے کا حق صاحب حق کو ہے، صحیح حدیثوں سے اس کو ثابت کرنے کے بعد حقوق اللہ کے مقابلہ میں جو اہمیت اخلاق کی ظاہر ہوتی ہے، اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے

اخلاق روح عبادت ہے

سید صاحب نے قرآنی آیات اور صریح نصوص کی روشنی میں دکھایا ہے کہ اسلام کے ارکان اربعہ یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کا بھی حقیقی مقصد انسانی اخلاق کی تصحیح ہی ہے بلکہ آگے بڑھکر تو یہانتک دعویٰ بلند ہو گیا ہے کہ ایمان جو سارے دین و مذہب کی جان ہے، اسکی قوت و ضعف کے معیار کو بھی اسلام نے اخلاق ہی کی بلندی پستی کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے،

اخلاق حسنہ اور صفات ربانی

اور آخر میں اخلاقی اہمیت کے ثبوت میں آخری چیز یہ پیش کر دی گئی ہے، اور بلاشبہہ وہ آخری ہی چیز ہے، کہ اسلام نے مکارم اخلاق کی پابندی کو خداشیوگی یا خدائی رنگ میں رنگین ہونا قرار دیا ہے، اور یہ وہ نظریہ ہے، جس کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے، جو قرآن پڑھتا ہے، "تم لوگوں کو بخشدو" اس لئے میں بھی غفور رحیم ہوں، یہ اور اسی قسم کی آیتوں کا تلاش کرنا قرآن میں کیا دشوار ہے؟

"یہاں پر ایک بات ایسی ہے کہ اس کے ذکر کئے بغیر آگے بڑھا نہیں جاتا،

تنبیہ | مقصد یہ ہی کہ شعوری طور پر تو سید صاحب سے بحمد اللہ یہ ممکن ہی نہ تھا، لیکن غیر شعوری طور پر مخاطبہ عامۃ الورود کی حیثیت سے بھی آپ کا محتاط قلم اس خطرناک مسئلہ کی تعبیر مین نہین پھسلا ہے، جس کے متعلق مین نے اپنی تمہید مین یہ ذکر کیا تھا، کہ یورپ کے مشاغبہ (پروپگنڈا) سے متاثر ہو کر اس زمانہ مین اچھے اچھون کا قلم اس مقام پر اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہی، یعنی وہی بات کہ "اخلاق کی تصحیح کے لئے مذہب خدا کو منواتا ہی یا خدا کی رضامندی و قرب کیلئے مذہب اخلاق کی پابندی کراتا ہی" بیان کر چکا ہون کہ پہلی تعبیر بظاہر بالکل سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہی، بلکہ آج کتنے ہین جنکے خیال مین دیگر مذہب کی ضرورت اگر کچھ ثابت بھی ہو سکتی ہی تو محض اسی بنیاد پر ہے کہ جہان قانون پولیس سوسائٹی ضمیر کی قوت ختم ہو جاتی ہی چونکہ اخلاقی تصحیح کی ایک آخری صورت یہ بھی ہے کہ ایک حاضر و ناظر خدا کا عقیدہ دلون مین قائم کر دیا جائے، گویا تمام عوامل و مؤثرات کے ساتھ اگر اس ضرورت سے خدا کے عقیدہ کی اس زمانہ مین بھی جان بخشی کر دیجائے، تو کچھ مضائقہ نہین، آخر کچھ نہین تو امن و امان کے حاصل کرنے مین جہان پولیس فوج وغیرہ قوتین کام کر رہی ہین، بحالی امن کی ایک قوت اور یہی سمجھا جا سکتا ہی کہ العیاذ باللہ خدا کی بات کہان سے کہان پہونچ جاتی ہے، یہ صحیح ہی کہ متعین شکل مین اس تعبیر کے نتائج پر عوام کا دماغ متنبہ نہین ہوتا، لیکن عملاً یہ وسوسہ دبے پاؤن انسان کے اعتقادی نظام مین جس زہر کو پھیلاتا یا پھیلا سکتا ہی، اہل بصیرت سے وہ مخفی نہین ہے، گویا اس کے معنے یہ ہوئے کہ اگر کسی قوم یا شخص کی اخلاقی سطح اتنی اونچی ہو جائے کہ خدا کے عقیدہ کے بغیر بھی اپنے اخلاق کو تمدن و اجتماع کے لئے وہ غیر مضر بلکہ مفید بنا سکتا ہے، تو ایسون کے لئے عیاذاً باللہ خدا کے ماننے کی کوئی ضرورت باقی نہین رہتی، قاتلهم الله انی یؤفکون،

ظاہر ہے کہ جس ایمانی بصیرت سے بحمد اللہ سید صاحب سرفراز ہین، ان سے اس تعبیر کا یہ مسموم عقبی پہلو پوشیدہ نہین رہ سکتا تھا،

یہی وجہ ہے کہ "اخلاقی زندگی" کی انتہائی بلندیون کو مختلف پہلوؤن سے واضح کرتے ہوئے

جہان جہان کچھ اندیشہ محسوس ہوا ہے، میرا خیال ہے کہ عمداً سید صاحب بیچ بیچ مین اس زہر کے تریاق کو چھڑکتے چلے گئے ہین، اس مضمون کے متفرق مقامات پر "ایمان ہی اصل الاصول ہی"،

"ایمان کی روح کے بعد ان الفاظ کے درج کرنے کی میرے نزدیک تو یہی وجہ معلوم ہوتی ہی،

ایک اور تنبیہ | بلکہ یہ ارقام فرمانے کے بعد جیسا کہ مین پہلے ذکر کر چکا ہون، کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادات کا مقصد بھی تصحیح اخلاق ہی ہے، آپنے ایک مستقل عنوان قائم کرکے گویا یہ سوال اوٹھایا ہے، کہ جو اخلاقی نتائج ان عبادات پر مرتب ہوتے ہین، ان کا مقصد کیا ہی؟ لغزش کا یہی مقام تھا، ممکن تھا اور ہے کہ مذہب کے نادان دوست بول اٹھتے، کہ اخلاقی تصحیح کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا مین امن و امان قائم ہو، ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے، فساد مٹے، خوش حالی پھیلے، اور یون اسلامی عبادات کا بھی سارا ذخیرہ آخر مین محکمۂ کوتوالی اور پولیس کی ایک قائم مقام شے بن کر رہجاتا ہے،

اس مین کوئی شبہہ نہین کہ اخلاقی زندگی کے یہ لازمی نتائج ہین، اور مفاسد و فتن کا قلع قمع کرنا اسلام کا بھی ایک اہم نصب العین ہے، لیکن عبادات پر جو اخلاقی نتائج مرتب ہوتے ہین، یا ہو سکتے ہین، ان کا ارادی مقصد بھی ان ہی چیزون کا قرار دینا، میرے نزدیک اسلام کے اصل نصب العین کی یہ صرف غلط تعبیر ہی نہین ہی، بلکہ نبوات و دیانات کے واقعی نقطۂ نظر سے یہ کھلی ہوئی بغاوت اور اس کو بالکل معکوس کر دینے کے مرادف ہے، کسی چیز کے لازمی و ذیلی مقاصد کو اصل مقصد قرار دینا میرے خیال مین اس کے انکار کے ہم معنے ہے، ایک شخص جو آم کا درخت بوتا ہے، یہ صحیح ہی کہ جب درخت نکلے گا، تو اس سے پتے اور ایندھن کے لئے لکڑیان بھی حاصل ہو سکتی ہین، لیکن بجائے پھل کے آم کے درخت کے نصب کرنے کا مقصد لکڑی یا پتے حاصل کرنا جو قرار دیتا ہے، اسکی عقلی آفت مین کون شبہہ کر سکتا ہی، اس زمانہ کی یہ ایسی عام غلطی ہے، کہ بڑے بڑے ذمہ دارون تک کو اصلی و ذیلی مقاصد مین خلط مبحث کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے، یہ صرف پلیٹ فارم

اور اسٹیج ہی سے نہین، بلکہ اب تو منبر و محراب سے بھی عام آوازین بلند ہوتی ہین، کہ پنجوقتہ جمعہ کی نمازین

ورزشی منافع کے ساتھ روزانہ اور ہفتہ واری کمیٹیان ہین، اور سالانہ کانگرس حج کی صورت مین

مسلمان مکہ مین ادا کرتے ہین، آج کتنے سر ہین جو ایمان و اسلام سے معمور ہونے کے باوجود ان لطیفون

پر جھوم رہے ہین، ؟ لیکن کیا واقعی "لذکری" (میری یاد) کے لئے نماز قائم کر، اور اتموا الحج والعمرۃ

(پورا کر حج و عمرہ کو صرف اللہ کے لئے) کے صریح قرآنی مقاصد کی یہ تحریف بلکہ تقلیب نہین ہی، بہرحال

اس اختلال دماغی اور اختلاط ذہنی سے سید صاحب واقف ہین، آپ نے جہان تک مین سمجھتا ہون کہ

عبادات پر، جو اخلاقی نتائج مرتب ہوتے ہین، ان کی غایت بھی، اور دوسرے اخلاقی محاسن و

فضائل کا بھی اصل مقصد یہ قرار دیا ہے، کہ

"وہی باتین (یعنی یہی اخلاقی محاسن و فضائل) خدا کے نزدیک ان کے مقبول ہونے

کی نشانی ہے"؛

مومن کے اوصاف | اس کی تائید مین سورۂ فرقان کا پورا رکوع نقل کرنے کے بعد پھر ایک اور

ذیلی عنوان "اہل ایمان کے اخلاقی اوصاف" کے تحت مین یہ ارقام فرماکر

"وہ لوگ جو خدا کے پیارے اور مقبول بندے ہین، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

ان کے اوصاف (قرآن) مین یہ بیان ہوئے ہین"؛

سورۂ شوریٰ کی پورا ایک رکوع اور اس کے سوا مختلف سورتون سے ان لمبی لمبی آیتون کا

انتخاب کرکے آپ نے پیش کیا ہے، جن مین صاف صاف کھلے کھلے لفظون مین اعلان کیا گیا ہے"

کہ اخلاقی خوبیون کا حقیقی نصب العین یہ ہے کہ آدمی اپنے مالک کا پیارا ہو جائے، قرب کے مقامات

سے سرفراز ہو، خلاصہ یہ ہی کہ وہ محبوب "الٰہی" بن جائے، محبوبیت الٰہی کا یہی وہ مقام ہے، جس پر

پہنچکر انسان اور انسانی قوتون کی آخری تکمیل ہوتی ہی کہ جب بندہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے تو جو کچھ

خدا کا ہے، سب بندے کا ہو جاتا ہے، اور ہو جانا چاہئے، مولوی معنوی کی تعبیر مین،

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت
(ہو گیا ۱۲) (ہو گئی ۱۲)

اور اسی کی متضاد شکل یعنی مغضوبیت انسانیت کی منزل کی آخری سیڑھی ہے، کہ

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت
(پھرا ۱۲) (پھر گئی ۱۲)

سعدی نے

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ

کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

مین مذہب کے اسی آخری نصب العین کو دہرایا ہے،

اور یہی مطلب ہے بخاری کی اس مشہور حدیث کا جس کا ترجمہ ہے، کہ

"بندہ نوافل کے وسیلہ سے مجھ سے قریب ہوتا ہے، پھر وہ میرا محبوب بن جاتا ہی، اور جب محبوب

بن جاتا ہے، تو مین اس کی آنکھ ہو جاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان ہو جاتا ہون،

جس سے سنتا ہے، وہ ہاتھ ہو جاتا ہون، جس سے پکڑتا ہے، وہ پاؤن ہو جاتا ہون، جس

سے چلتا ہے"؛

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (خدا ان سے راضی ہو گیا، اور وہ اپنے خدا سے راضی ہو گئے)

کے اسی "قرآنی مقام" کی تعبیر مذہب کی زبان مین جنت سے کیجائے کہ جنت کے سارے تفصیلات

لکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم — تمھارے لئے اس مین (جنت مین) وہ سب

فیھا ما تدعون، — کچھ ہی جو تمھارا جی چاہے، اور جو کچھ تم مانگو،

کے سوا اور کیا ہی، انسان کی آنکھین جو کچھ مانگین گی، کان جو کچھ چاہین گے، دماغ کا جو کچھ مطالبہ ہوگا

روح کی جو کچھ طلب ہو گی، خدا کے ساتھ راضی ہو کر جو مطمئن ہو چکا ہے، اب خدا کی مرضی بن کر

سب کو اپنے سامنے پائے گا، اس نے اپنے کو خدا کی مرضی کے مطابق کیا تھا، اب خدا اور اس کے رسول تو اپنی اگر اکی مرضی کی مطابقت کرتے ہوئے نظر آئین گے، تو آخر اس کے سوا اور سونچا ہی کیا جا سکتا ہے اسی لئے

"الغرض اسلام نے انسان کی روحانی تکمیل کا ذریعہ اخلاق کو اسی لئے قرار دیا ہے، کہ وہ صفات الٰہی کے انوار کے کسب و فیض کا سبب ہے، ہم جس حد تک اس کسب و فیض مین ترقی کرین گے، ہماری روحانی ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا، اور یہی ہماری زندگی کی روحانی سیر کی آخری منزل ہے"،

اس فقرہ پر سید صاحب اپنی اس بحث کو ختم فرماتے ہین،

ایمان مین شدت وضعف

بہرحال اس سلسلہ مین قرآنی آیتون کے بعد سید صاحب نے صحیح اور حسن حدیثون کا ایک ذخیرہ جمع فرما دیا ہے، اور آخر مین نہایت خاموشی کے ساتھ "عام مسلمانون" کے درمیان کی چیز نہین، بلکہ مدرسہ کے ایک قدیم جھگڑے کو دبے پاؤن چکاتے ہوئے نکل گئے ہین،

عوام کو اس سے کیا دلچسپی ہو گی، لیکن حلقہاے درس کا ایک بڑا اہم مسئلہ یہ ہے، کہ عمل ایمان کا جزء ہے یا نہین، اور اسی پر یہ اختلاف بنی ہے، کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، یا نہین، دو مستقل فریق آستین چڑھا کر کھڑے ہو گئے ہین، پھر ان کے ذیلی گروہون مین جو اختلافات ہین، ان کی بنیاد پر بعضون کے مقابلہ مین اگرچہ نزاع کی حیثیت معنوی ٹھہرتی ہے، لیکن جمہور امت مین اس جھگڑے کی جو نوعیت ہے، ارباب تحقیق کے نزدیک وہ صرف لفظون کا جھگڑا ہے، ورنہ واقعہ کے حساب سے دونون کے نقاط نظر متحد ہین یعنی جو جزئیت کے قائل ہین، وہ بھی یہ نہین کہتے، کہ عمل کا تارک کافر اور ابدی دوزخی ہو جاتا ہے، اور جو ایمان کا جزء عمل کو نہین قرار دیتے، وہ بھی یہی کہتے ہین، پھر ظاہر ہے کہ نزاع لفظی نہین ہے تو اور کیا ہے، منطق کی دنیا کی بات ہے، کہ جزء کے ارتفاع سے چونکہ کل مرتفع ہو جاتا ہے

اس لئے اگر عمل ایمان کا جزء ہو گا، تو کسی ایک عمل کے ترک سے بھی آدمی ایمان سے محروم ہو کر کفر کے حدود مین داخل ہو جائے گا،

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے، کہ منطقیون کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے، آخر ایک انگلی کسی کی غائب ہو جائے، تو محض اس لئے کہ وہ انسانی جسد کا جزء تھا، کیا یہ کہنا صحیح ہو گا، کہ آدمی کا دھڑ غائب ہو گیا، درخت کے اجزاء ظاہر ہین کہ تنہ بھی ہے، شاخین بھی ہین، پتے بھی ہین، کو پلین بھی ہین پھول بھی ہین، پھل بھی ہین، پھر منطقیون کے سوا ایسا احمق کون ہو سکتا ہے، جو محض اس لئے کہ درخت کا کوئی پتہ گر گیا، اس کا قائل ہو جائے، کہ درخت بحیثیت کل درخت ہونے کے معدوم ہو گیا، بلکہ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ کل کے اجزاء ہی دو قسم کے ہوتے ہین بعضون کے غائب ہونے سے کل غائب نہین ہوتا، مثلاً ایک ناخن یا انگلی کے گرنے سے آدمی معدوم نہین ہو جاتا، لیکن اسی کے مقابلہ مین بعض اجزاء ایسے ہوتے ہین کہ ان کے غائب ہونے سے کل غائب ہو جاتا ہے، جیسے گردن کے کٹ جانے کے بعد آدمی مر جاتا ہے، یا تنہ درخت کا جب کاٹ دیا جاتا ہے، تب درخت کا کل غائب ہو جاتا ہے، اسی طرح جو کہتے ہین کہ عمل ایمان کا جزء ہے، ان کے نزدیک عمل کی بہت سی قسمین ہین، جس کا ایک جزء کلمۂ توحید اور تصدیق رسالت بھی ہے، بلاشبہ یہ ایسا جزء ہے کہ جس کے غائب ہونے کے بعد ایمان باقی نہین رہتا، ظاہر ہے کہ اس سے کسی کو کب اختلاف ہے؟ لیکن بہرحال حنفیون اور شافعیون کی درسی زندگی کا یہ دلچسپ مشغلہ ہے، مسئلہ مین جو اصل واقعہ ہے، یعنی بہرحال ایمان ایمان ہی، وہ عمل کیسے ہو سکتا ہی، اور عمل عمل ہے وہ ایمان نہین ہو سکتا، ایسا فرق ہے جو عام آدمی سے بھی پوشیدہ نہین رہ سکتا، اختلاف کی بنیاد دراصل ان چند حدیثون پر قائم ہے، جن مین مختلف اعمال و اخلاق کے متعلق یہ تعبیر پائی جاتی ہے، کہ فلان عمل یا خلق ایمان سے ہے یعنی من الایمان ہے، سید صاحب نے ایک مستقل عنوان کے ذیل مین ان مباحث پر متنبہ کئے بغیر یہ ارقام فرما کر

"کثرت سے ایسی حدیثین ہین، جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ

فلان فلان اوصاف اخلاق ایمان کے لوازم اور خصوصیات ہین"،

لوازم اور خصوصیات کے دو لفظ سے مدرسہ کا سارا جھگڑا ختم کر دیا گیا، یعنی نہ تو یہ کہنا صحیح ہے کہ جو ایمان نہین ہے اس کو خواہ مخواہ ایمان قرار دیا جائے، اور نہ یہی درست ہو کہ اعمال و اخلاق کا ایمان سے کوئی تعلق ہی نہین ہے، بلاشبہہ مرجیہ کی طرح صرف ایمان لا کر خدا کی بادشاہت کا تاج سر پر رکھ لینا قرآن کی حدیث کی اجماع امت کی تکذیب ہو، بلکہ جیسا کہ سید صاحب نے فرمایا،

"جس قدر ان (اخلاقی و اعمالی) لوازم اور خصوصیات مین زیادتی اور کمی ہو گی اسی قدر اس ایمان کے منشار مین زیادتی اور کمی ہو گی"

آگے اپنے خاص انشائی رنگ مین ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کے مسئلہ کو سمجھاتے ہین، اور اس طرح سمجھاتے ہین، کہ ہر دو فریق کی سمجھ مین آ جاتا ہے، دونون گلے مل جاتے ہین، فرماتے ہین، :-

"یعنی ہمارے یہ ظاہری اخلاق، ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار اور پیمانہ ہین ہمارے دل کے اندر کا ایمان ہمارے گھر کا چراغ زیر دامن ہے جس کی چمک دمک اور روشنی کا اندازہ اسکی باہر نکلنے والی شعاعون سے کیا جائے گا"

میرے خیال مین اس تعبیر کے بعد اب ان حدیثون کے سمجھنے مین ان لوگون کو بھی کوئی

۱؎ اصل عبارت مین صلعم لکھا ہوا ہے، سید صاحب معاف فرمائین کہ ہر چیز کے لئے وقت، کاغذ، سیاہی کو ارزان کرتے ہوئے ایک قرآنی حکم کی تعمیل مین خواہ وہ جائز ہی کیون نہ ہو، میرا مذاق اس مین بخل کی اجازت نہین دیتا، کتنے خرافات بے معنی الفاظ قلم سے نکلتے جاتے ہین، شاید کہ ان ہی کا کفارہ ہو جائے اگر اس حکم کی تعمیل مین اس اختصار کتابی کو اختیار نہ کیا جائے، ۱۲

دشواری نہ پیش آئے گی، جو عمل کو ایمان کا جز نہین سمجھتے، اور سب سے بڑی تنبیہ اس بیان مین ان کے لئے ہر جو ایمان کے لئے عمل کو نہین، بلکہ عمل کے لئے ایمان کو مان کر مذہب کی گنگا کو الٹی بہانے کی کوشش کرتے ہین

اسلامی نظام اخلاق کے ترجیحی وجوہ

عام اخلاقی تعلیمات کی اہمیت کے بعد طبعًا یہی سوال سامنے آتا ہو کہ دنیا کے تمام اخلاقی نظامون پر جن مین غیر مذہبی ہی نہین، بلکہ مذہبی نظامات بھی ہین سب کے مقابلہ مین، اسلام کے اخلاقی نظام کی ترجیح کے کیا وجوہ ہین،

سید صاحب نے

اخلاقی معلمون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز

اور

اسلام کے فلسفۂ اخلاق

ان دو مستقل عنوانون کے ذیل مین بیسیون مختلف ذیلی عنوانون کے نیچے اسی سوال کے ہر ہر پہلو کے جواب دینے کی کامیاب کوشش اپنی مخصوص متانت اور سنجیدگی کے ساتھ فرمائی ہے اجمالی بصیرت کے لئے ان تمام عنوانون کا ایک مختصر خاکہ آئندہ سطرون مین پیش کرونگا.

"اخلاقی تعلیمات" کی جو صورت اس وقت مذہبی دائرون مین پائی جاتی ہے، ان کے مقابلہ مین "اسلام کے اخلاقی نظام" کی برتری کا صحیح اندازہ ایک خاص معیار کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے، جو سید صاحب نے قائم فرمایا ہے،

"غرض یہ ہو کہ خدا کے علم کے ساتھ انسانی فکر و رائے کی ایسی ناقابل تحلیل آمیزش (خواہ وہ کسی وجہ سے ہو گئی ہو) کہ باہم ایک کو دوسرے سے جدا کرنا محال اور قطعًا ناممکن ہے، اسلام کے سوا دنیا کے تمام موجودہ مذاہب کی اس ناقابل انکار، بلکہ خود ان مذاہب کے ماننے والون کی اعترافی کمزوری کے سوا، حالانکہ سچ پوچھئے تو مذہبی ایقان و اطمینان کی ساری قوت کا لنگر دراصل اسی "تاریخی ضمانت"

کی چٹانون سے بندھا ہوا ہے، برین ہم اس سے تھوڑی دیر کے لئے چشم پوشی برتتے ہوئے اس مسئلہ کے جانچنے کے لئے ہمین اپنے سامنے اسی مسلّم اور طے شدہ "معیار" کو رکھنا چاہئے، جس پر تقریباً دنیا کے تمام تجربی قوانین کو عام طور سے جانچا جاتا ہے،

فرض کیجئے کہ علاج ومعالجہ کا ایک "نظام" تو ایسا ہے، جس کے پیش کرنے والے خود اپنی عملی مثال سے اس کو قابلِ عمل اور سہل الوصول ثابت کرتے ہوئے سینکڑون، بلکہ ہزارون بلکہ بقول سید صاحب لاکھون مسلسل تجربے کرکے اس کے نتائج کا دنیا کو کھلی روشنی مین مشاہدہ کرا رہے ہین،

اسی کے مقابلہ مین علاج کا ایک دوسرا سسٹم اور طریقہ وہ بھی ہے، جس مین دوسرون پر تجربہ کا معاملہ تو الگ رہا، ابھی یہی نہیں معلوم کہ جو دوائین اور تدبیرین اس طریقہ علاج مین تجویز کی گئی ہین، وہ بجائے خود قابلِ عمل اور سہل الوصول بھی ہین یا نہین، ابھی اس کے متعلق بھی کوئی عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہین ہوا ہے

کیا بجز دیوانون کے کوئی صحیح العقل انسان پہلے طریقہ کے مقابلہ مین دوسرے طریقہ علاج کو بلاوجہ اختیار کرکے کبھی اپنی زندگی کو خطرہ مین ڈال سکتا ہی،

سید صاحب نے یہی دعویٰ اسلام کے متعلق دیگر مذاہب کے مقابلہ مین کیا ہے، یعنی ایک طرف تو اسلام کے اخلاقی تعلیمات ہین جن کے مجسّم عملی نمونے خود اس کے پیش کرنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی وہ ہرجہتی اور ہمہ گیر زندگی ہے جس کا حرف حرف، نقطہ نقطہ، ظاہر و باطن، خلوت و جلوت دنیا کے سامنے ہے، اور اس طرح سامنے ہے کہ اپنے ہی نہین، بلکہ اپنی تاریخی جستجو وتلاش کے آخری نتائج کو اغیار بھی ان الفاظ مین قلم بند کرنے پر مجبور ہین،

یہان (سیرت محمدی) پورے دن کی روشنی ہے جس مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح نمایان ہے،

(باسورتھ اسمتھ سیرت محمدی ص ۱۰۰)

سید صاحب نے "رسول مبین" یا "سیرۃ بینۃ"[۱] کی تعبیر "بے پردہ زندگی" سے فرمائی ہی، اس بحث کو شروع کرتے ہوئے سید صاحب فرماتے ہین،

"دنیا کا کوئی بانی مذہب یا پیغمبر ایسا نہیں ہے، جسکی اخلاقی زندگی کا ہر پہلو ہمارے سامنے اس طرح بے نقاب ہو، کہ گویا وہ خود ہمارے سامنے موجود ہے،

اس کے بعد انسانیت کی مشہور قرابادین تورات کے متعلق فرماتے ہین،

"تورات کے پیغمبرون مین سے کون پیغمبر ہے، جس کے اخلاقی کمالات ہمارے علم مین ہین"

گڑے مردون کو اکھاڑ کر پرانی قومون کی تاریخ مرتب کرنے والون ہزارون سال کے مدفون کھنڈرون کو الٹ کر ماضی کو حال بنانے والون مین کون ہے جو سید صاحب کے اس مذہبی نہین، بلکہ تاریخی سوال کا جواب تفصیلاً نہ سہی اجمالاً ہی دے سکتا ہو، لطف یہ ہے کہ کچھ بھولے بسرے افسانون کے رنگ مین جو چند شکستہ وگستہ حالات نقل بھی کئے جاتے ہین، ان سے یہ تو کیا معلوم ہوتا، کہ جو دوائین انھون نے تجویز کی ہین، خود استعمال کرکے انھین دکھایا بھی یا نہین، بقول سید صاحب ان سے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے، کہ العیاذ باللہ خود وہی اس کے خلاف کرتے تھے، فرماتے ہین،

"ان غیر اخلاقی قصون کا ذکر فضول ہے جن کو تورات نے ان معصوم بزرگون کے حالات مین شامل کیا ہے"

کون کہہ سکتا ہی؟ کہ جن کتابون مین ان بزرگون پر زنا اور بدترین قسم کے زنا تک کو منسوب کیا گیا ہو، ان سے کیا ان بزرگون کی عملی زندگی کا کوئی نمونہ انسانیت کو میسر آ سکتا ہے، اس سلسلہ مین سید صاحب نے ضمناً قرآن کی منجملہ دیگر خصوصیتون کے اس خصوصیت کا بھی ذکر فرمایا ہے، کہ قرآن نے

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تعبیر قرآن مجید مین "البینۃ" سے کیگئی ہو، جس کے معنی کھلے ہوئے ہین اور مبین کے بھی یہی معنی ہین کھلا ہوا ۱۲

بھی حالانکہ عموماً ان پیغمبرون کے حالات بیان کئے ہین، جن کی طرف بائبل مین ناگفتہ بہ باتین منسوب کی گئی ہین، لیکن

"قرآن نے ہر جگہ ان کو بیہودہ الزامات سے بری قرار دیا ہے"

قرآن تورات کا مرقہ ہی، انکار ہی کے فیصلہ پر مصر رہنے والون کے پاس اس کا کیا جواب ہے[1] لیکن جو اعتراض صرف اعتراض ہی کرنے کے لئے کرتے ہون، ان سے سوال وجواب ہی فضول ہے، اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر سید صاحب ان الفاظ مین فرماتے ہین،

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۳۳ برس کی زندگی مین سے کل تین برس کا حال معلوم ہے، اور ان تین برسون کے حالات مین بھی معجزات وخوارق کے سوا کوئی اور حال بہت کم معلوم ہے"

آخر مین پوچھتے ہین،

ایسی صورت مین کیا ہم کہہ سکتے ہین، کہ ان کی اخلاقی زندگی کا کوئی پہلو پردہ مین نہین"؟

مسیحیون سے کون کہے کہ جن کی مسیحائی پر اخلاقی صحت کی امید لگائے بیٹھے ہین جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ بھی معلوم نہین کہ خود انھون نے بھی اس مسیحائی سے نفع اٹھایا تھا یا نہین، تو کس توقع پر اس علاج سے اپنی تندرستی بلکہ دنیا کی درستی کے دھوکہ مین خود مبتلا ہین، اور دوسرون کو مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہین،

---

[1] مفتی عبدہ مرحوم نے خوب فرمایا کہ قرآن کی جو چیزین بائبل کے موافق ہین، کہا جاتا ہے، کہ وہ بائبل سے لی گئین لیکن جو مخالف ہین، کہ دیا جائے کہ وہ اس لئے صحیح نہین، کہ ان کا ذکر بائبل مین نہین، اور وہی سلوک ان اجزاء کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جو نہ موافق ہین نہ مخالف، خلاصہ یہ ہے کہ ہم دیکھنا نہین چاہتے ہین، خواہ تم کسی طرح دکھاؤ،

یہان پر یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے، سید صاحب نے اللہ کے ان پاک بندون، اور نسل انسانی کے ان برگزیدون کے ذکر مین قطعاً کسی جگہ، وہ طریقہ اختیار نہین کیا جس مین اسلام کے کسی ایک ستون کے تھامنے کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلام ہی کے دوسرے اہم رکن کو ڈھایا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآنی تلقین

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ،	ہم فرق نہین کرتے، اللہ کے پیغمبرون مین سے کسی ایک کے ساتھ،

کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھا ہی، جو کچھ بھی لکھا ہی، بلکہ آخر مین تو صاف لفظون مین یہ ارقام فرما کر

ہم یہ نہین کہتے کہ حضرت مسیح مین یہ صفتین موجود نہین تھین، بلکہ یہ کہنا ہے کہ انجیل نے ان کی اس حیثیت کو محفوظ نہین رکھا"

مذہبی دائرون کی ان دو اہم تحریکون (یہودیت وصلیبیت) کے ذکر کے بعد ان قبل التاریخی معاجون کے متعلق بھی ایک سرسری سوال کرتے ہوئے گذر گئے ہین، جن کے مسمی مین تو خیر، خود اسما مین بھی شبہہ ہے فرماتے ہین،

ان انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہندوستان وایران اور چین کے بانیان مذاہب کی اخلاقی زندگیون کا جائزہ لینا چاہو، تو معلوم ہوگا، کہ اس کے لئے دنیا مین کوئی سامان ہی موجود نہین"

سید صاحب کے متین وباضابطہ قلم سے اس کے بعد، جو چیز بے ساختہ نکلتی چلی گئی ہے، چھپانے کی کوشش کے بعد بھی وہ بات چھپ نہ سکی، جس کے بغیر کسی دل کو ایمان کا کوئی حصہ نہین ملتا، پلٹ پلٹ کر بار بار جلال وشوکت سے بھرے ہوئے فقرے لیکن حقائق وواقعات کے تابناک نگینون سے جگمگاتے ہوئے ایک کے بعد دوسرے یون ہی ٹھیک اپنے مقام پر بیٹھتے چلے گئے ہین ہر ہر فقرہ

اپنی اپنی جگہ سرون کے خم، اور عرض کرہی دون پیشانیون کے سجدے کا مطالبہ کرتا ہے، آخر جو کچھ بھی سنایا گیا، سُن چکے، اب جس معالج صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد دنیا کی امت مرحومہ کی گئی ہے، اسے نہ سُنئے بلکہ دیکھئے، کیونکہ وہ مفقود نہین بلکہ "موجود" کا تماشا ہے، اور خود موجود ہی نہین، بلکہ

"اُس نے جو کچھ کہا سب سے پہلے اس کو کرکے دکھایا"

اُس کا جو قول تھا وہی عمل تھا، اس نے یہودیون کو

طعنہ دیا تھا کہ "اورون کو نیکی کی بات بتاتے ہو، اور خود بھول جاتے ہو" اور مسلمانون کو متنبہ

کیا "تم کیون کہتے ہو، جو کرتے نہین، بڑی بیزاری ہے، اللہ کے یہان کہ کہو وہ جو کرو نہ"

اور آخر مین کان خلقہ القرآن کا ترجمہ ان الفاظ مین فرماتے ہین،

"جو قرآن الفاظ کی صورت مین ہے، وہی حامل قرآن کی سیرت مین بصورت عمل تھا،

الغرض ہمارے معالج نے کوئی دوا دوسرون کو نہین پلائی، جسے خود پہلے پی کر نہ دکھا دیا ہو، (صلی اللہ علیہ وسلم) اور پھر یہی نہین بلکہ حکم دیا،

"میرے ہر قول وعمل کو ایک دوسرے تک پہونچاؤ، محرمان راز کو اجازت تھی، کہ جو مجھے خلوت مین کرتے دیکھو، اسکو جلوت مین برملا بیان کرو، جو حجرہ مین کہتے سنو اسکو چھتون پر چڑھ کر پکارو"

جن پیشانیون پر کبھی کبھی صدیقہ عائشہ اور حفصہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی روایتون سے شکنین پڑتی ہین، سُن رہے ہین، بصیرت و نظر علم و دانش والون نے ان کی قیمت کہان پائی ہے؟ بہرحال جو کچھ پلایا گیا، یا پلایا جا سکتا تھا، پہلے خود پی لیا گیا، ایسے مواقع قدرت نے بھی مہیا کئے، اور خود بھی پیدا کئے گئے، تاکہ صحت و عافیت کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہجائے اسلئے کہ

"آپ کی حیثیت ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک کاروباری تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد،

ایک واعظ، ایک مرشد، ایک زاہد، ایک عابد، اور آخر مین ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے"،

یہ معالج کی نظر آتی ہے، اور شفاخانہ مین داخل ہو کر جن پردون کی روشنی مین تجربہ کرکے دکھایا گیا،

"جس وقت اوس نے اپنی حیات کا کارنامہ ختم کیا، کم از کم ایک لاکھ انسان اس تعلیم سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے"

اور مریضون کے اس رجسٹر پر رپورٹ کے آخری الفاظ تاریخ نے یہ ثبت کئے،

"عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا تیئیس برس کے بعد وہ اخلاق کے اس اوج کمال پر پہونچا، جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہین پہونچ سکا، پست ترین نقطہ کے لاکھ سے اوپر انسانون کا یہ گروہ صحت وچستی وچالاکی کے جن بلند مینارون پر پہونچا تاریخ نے اس کا مرقع یہ تیار کیا،

"کہین ابوبکر و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے فرمانروا زیر تعلیم ہین"

فرمانراؤن کے ساتھ،

طلحہ و زبیر و معاویہ و سعد بن معاذ، سعد بن حضیر (؟) جیسے ارباب راے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اور کہین

خالد، ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص، عمرو بن عاص جیسے سپہ سالار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اور کہین

ابوذر رض، سلمان رض، اور ابو درداء رض جیسے خرقہ پوش مسیح اسلام ہین،

کہین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما،

حضرت ابن مسعود، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے فقیہ و محدث ہین،

الغرض

ایک جگہ غلامون کی بھیڑ ہے، تو دوسری جگہ آقاؤن کی محفل، کہین غریبون کی نشست اُور

کہین دولت مندون کی مجلس،

اور سب پر،

توحید کا یکسان نشہ چھایا ہوا، اور حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجین لے رہا ہے،

سب اخلاق و اعمال کے ایک ہی آئینہ قدس کا عکس بننے کی کوشش مین لگے ہوئے ہین،

کیا یہ سب شعر ہے دنیا کے کسی انسان کے لئے اگر یہ الفاظ لکھے جاتے، تو وہ یقیناً صرف شعر ہی کی صورت مین لکھے جاتے، لیکن سب جانتے ہین، تاریخ جانتی ہے، دوست ہی نہین دشمن بھی جانتے ہین، کہ یہی ایک کائنات کی "حقیقۃ بینہ" ہے جسے شعر سے کوئی تعلق نہین،

وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلواً — اونھون نے انکار کیا حالانکہ ان کا جی مان چکا تھا، صرف ظلم اور سرکشی کی وجہ سے،

(باقی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ صدارت شعبۂ اردو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ

منعقدہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۹ء

از سید سلیمان ندوی صدر شعبۂ اردو

اختلاف و اتفاق

ہم زبانو! ممنون ہون کہ آپ نے اپنی محفل کی صدارت کی عزت دیکر اپنی زبان کی خدمت کا ایک موقع عنایت فرمایا- آج کل نہ صرف دنیا ایک نازک دور سے گذر رہی ہے، بلکہ خود ہمارا ملک بھی آج ایسے پر خطر زمانہ سے گذر رہا ہے، کہ اگر مسلمانون نے تھوڑی سی غفلت برتی تو پھر اوس نقصان کی تلافی صدیون مین بھی نہین ہوسکتی، ہم سیاسیات مین کتنے ہی مختلف ہون، مگر اس بارہ مین ہم مین سے ایک کو بھی اختلاف نہین، کہ ہم کو اس ہندوستان مین مسلمان ہی ہو کر جینا اور مسلمان ہی ہو کر مرنا ہے، البتہ یہ خیال ہمارے ساتھ ہے، کہ ہم ہندوستانی مسلمان ہین، اس لئے ہم پر جس طرح بحیثیت مسلمان ہونے کے فرائض ہین، بحیثیت ہندوستانی ہونے کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہین، اور جہانتک ہوسکے، ان فرائض اور حقوق کے دوہرے بوجھ کو اٹھا کر ہی آگے کو چلنا ہے، اور ایسی کوشش کرنا ہے کہ ان دونون مین ایسی ٹکر نہ ہو جو دونون کو پاش پاش کردے، اور اگر ایسا موقع آہی جائے، تو ظاہر ہے کہ دین و دنیا کا فائدہ تنہا دنیا کے فائدہ سے کہین بڑھ کر ہے،

مسلمانون کا مصالحانہ رویہ

ہم نے اس مشکل کو اسی دن سمجھ لیا تھا جس دن اس سرزمین پر پہلے دن پاؤن

رکھا تھا، یہ اوسی رواداری اور صلح جوئی کا نتیجہ تھا، کہ مسلمان اس ملک مین خواہ عرب سے آئے، ترکستان اور خراسان سے آئے، ایران سے آئے، افغانستان سے آئے، مگر یہان آکر نہ وہ عرب رہے، نہ ترک رہے، نہ ایرانی رہے، نہ افغانی، خالص ہندوستانی ہوگئے، عربون نے عربی، ترکون نے ترکی، ایرانیون نے فارسی اور افغانون نے پشتو چھوڑ کر اسی دیس کی بولی، اپنی بولی بنائی، اور ایسی بنائی، کہ وہ اس زبان مین شاعری اور انشا پردازی کرنے لگے، اردو تذکرہ کی کتابون مین بیسیون ایسے شاعر ملین گے جن کے حال مین لکھا ہوگا، کہ ان کے باپ دادا عرب، ایران اور ترکستان سے آئے، مگر وہ خود اسی ملک کی زبان بولنے، اور اس مین داد سخن دینے لگے،

اردو اور ہندی کا فرق

آج ہمارے دیس کی جو بولی ہے، اور جس کو آج سب ہندو مسلمان بول رہے ہین، وہ اسی دیس کی پیداوار ہے، وہ عرب، ایران، ترکستان سے نہین آئی، فرق اتنا ہے، کہ مسلمانون نے اپنی زبانون کے کچھ لفظ بھی اس مین ملا دیئے، اور ایسا ہونا ضروری تھا، زبان بولنے والون کی ضرورتون کا آئینہ ہوتی ہے، اس لئے مختلف قومون کے درمیان ان قومون کی مختلف ضرورتون کی بنا پر اختلاف ہونا ضروری ہے، ایسے اختلاف سے ایک زبان دو نہین بن جاتی، مسلمانون کا ایمان، ایمان ہی ہے، اور ہندوؤن کا دھرم دھرم ہی رہے گا، ہمارا مذہبی فاقہ روزہ کہلائیگا اور انکا برت، ہم حج اور زیارت کرتے ہین، اور وہ تیرتھ، ہمارا مردہ جنازہ ہوتا ہے، اور ان کا ارتھی، ہم مر کر جنت مین جاتے ہین، اور وہ بیکنٹھ مین، لیکن اس اختلاف کو اتنا بڑھانا کہ ہم پانی پئین اور وہ جل، ہم اور کہین اور وہ تھا، اور ایسے ہی اختلافون کو اور بڑھا بڑھا کر ایک بولی کو دو بنانے کی کوشش کرنا ہمارے نزدیک مسلمانون کا جرم عظیم اور ہندوؤن کا مہا پاپ ہے،

ہندو مسلمانون کے ہزار سالہ سمجھوتہ کی یادگار

یہ زبان جس کو ہم ہندو مسلمان آج بول رہے ہین، یہ آج نہین ایک ہزار برس مین بنی ہے، اس کے بنانے مین ہندو مسلمان بزرگون کی ایک ہزار

برس کی عمر بیتی ہے، یہ ہندوستان مین ہندو مسلم سمجھوتہ کی سب سے بڑی یادگار ہے، جو لوگ اس زبان کو مٹانا چاہتے ہین، وہ ہندو مسلمانون کے تعلقات کو نئے سرے سے پھر ادبھانا چاہتے ہین، اور ایک ہی ملک، بلکہ ایک ہی صوبہ، بلکہ ایک ہی شہر، بلکہ ایک ہی گاؤن مین دو ایسی برابر کی قومین پیدا کرنا ہے، جو ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھ سکین، اور جب ایک دوسرے کی زبان نہ ملے گی تو دل کیا ملے گا،

کیا یہ زبان بدیسی ہے

ہندو بھائیون کے ایک طبقہ مین اس زبان کے خلاف جو جذبہ کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بولی بدیسی ہے، اور قومیت پروری کا اقتضا یہ ہے کہ ہم اپنے دیس کی بولی بولین، اور بدیسی بولی کو چھوڑ دین، حالانکہ کوئی زبان چند بدیسی عربی اور فارسی لفظون کے مل جانے سے عربی اور فارسی نہین بن جائیگی، جیسے چند انگریزی لفظون کے ملنے سے انگریزی نہین بن جاتی، اگر ہم کو بدیسی سے ایسی ہی چڑ ہے تو پہلے یہان سے مسلمانون کو نکالنا چاہئے، عیسائیون کو نکالنا چاہئے، پارسیون کو نکالنا چاہئے، انگریزی علوم کو نکالنا چاہئے، بلکہ تمام یورپ مین ایجادات اور وہان کی مصنوعات سے ملک کو خالی کر دینا چاہئے، بلکہ خود سنسکرت کو یہان سے خارج کیجئے کہ وہ بھی سنٹرل ایشیا سے آئی ہے، اور برہمنون کو بھی نکالئے کہ وہ بھی باہر سے آئے ہین،

دو راہین

صاحبو! راہین دو ہین ایک یہ کہ ہم یہ سمجھین کہ ہندوستان خالص ہندوؤن کا ملک ہے، اسمین جو کچھ ہو وہ خالص ہندوانی ہو، زبان وہی ہو، لباس وہی ہو، تعمیر وہی ہو، مذاق وہی ہو، علم و فن وہی ہون، اور جو بھی اس ملک کی چہار دیواری کے اندر ہے، وہ اسی کا محکوم ہو کر رہے، یہ راہ بیحد خطرناک اور مشکلون سے بھری ہوئی ہے، اور اس راہ کی کامیابی مین بہت کچھ شک کیا جا سکتا ہے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھین کہ ہندوستان ایک گلدستہ ہے، جس مین طرح طرح کے پھول کھلے ہین، ع

ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است

لیکن رنگ و بو کے اس اختلاف کے باوجود وطن خواہی کے دھاگہ نے ان سب کو ایک جگہ باندھ کر

ایک بنا دیا ہے، یہ وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہندوستان کی ہر چھوٹی بڑی قوم زندہ رہ سکتی ہے اور کُل کا جز بن کر کل کی طاقت کا باعث ہو سکتی ہے،

تنگ خیالی کا برا نتیجہ

میرے نزدیک کسی ہند و طبقہ کا قومیت و وطنیت کے مفہوم کو اتنا تنگ سمجھنا کہ خود اس ملک کے مختلف بسنے والے بھی وہان کے اصلی رہنے والے ثابت نہ ہو سکین، انکی وہی موروثی اور پرانی تنگ خیالی ہے، جس نے تاریخ مین ان کو ہمالہ اور سمندر کی چہار دیواری مین بند، اور ان میں چھوت اور اچھوت کی پرانی لڑائی ہزارون برس سے کھڑی کر رکھی ہے، اور جس نے تاریخ کے ہر دور مین ان کے اندر نفاق پیدا کیا ہے، اور ان ہی کے اندر کے مظلوم فرقون کو مجبور کیا ہو کہ وہ باہر کا سہارا ڈھونڈھیں اور باہر والون کو اپنی مدد کے لئے اپنے گھر بلائین، اور نتیجہ مین اپنے ساتھ دوسرون کو بھی غلامی کی زنجیرون مین اسیر کرائین، یہ ایک تاریخی نکتہ ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہین، لیکن جس کو کسی موقع پر بھولنا نہین چاہئے،

یہ زبان خالص اسلامی نہیں

اس زبان کو جو اس وقت ملک کے بڑے حصہ مین بولی اور سمجھی جاتی ہے اسلامی بولی سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے، یہ ہندو مسلمانون دونون کی محنتون اور کوششون سے بنی اور پروان چڑھی ہے، یہ حقیقت ہی لیکن اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش برابر جاری ہی لیکن حقیقت کی سچائی چھپائے نہین چھپ سکتی، ہم خود بھی اس غلطی میں تھے، کہ شاید تیس چالیس برس کی لگاتار کوششین اس حقیقت پر پردہ ڈال چکی ہین، مگر پچھلے سال "اُردو دن" منانے کی جو تحریک ہوئی اور اس مین پنجاب سے لیکر بہار تک کے مسلمانون کے ساتھ ہندو دوستون نے بھی جو دلچسپی لی اور جو تقریرین کین ان سے یہ پتہ چلا کہ یہ زبان ملک کی زبان ہی پر نہین، بلکہ دل مین بھی اُتر چکی ہے اور حقیقت کے پہچاننے والے ہندو دوست بھی اس کی سچائی کو دل سے مانتے ہین، اور اسی کو اپنی مادری زبان جانتے ہین، خصوصیت کے ساتھ سرتیج بہادر کی وہ فاضلانہ تقریرین جو الہ آباد، لکھنؤ،

پٹنہ، حیدر آباد، اور ابھی کشمیر مین ہوئین، ان سے ہم کو پوری طرح یقین ہوتا ہے کہ ملک مین بہت سے ایسے سمجھدار ہندو ہین، جو سچائی کے ساتھ اس حقیقت کو مانتے ہین، اور ایمانداری کے ساتھ یہ سمجھتے ہین، کہ سنسکرتی ہندی کے خواہشمند در اصل ملک کے باشندون کے درمیان تفریق اور عناد کا بیج بو رہے ہین،

سنسکرت کی ہندی اس ملک کی بولی نہین

الہ آباد یونیورسٹی کے لائق چانسلر پروفیسر جھا نے ابھی چند مہینے ہوئے گوالیار مین ایک تقریر فرمائی ہے، جس میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "سنسکرتی ہی ہندی ہندوستان کی عالمگیر زبان بن سکتی ہے"، یہ خیال واقعات اور عملی سیاسیات سے قطع نظر کرکے اور یہ سمجھکر ظاہر کیا گیا ہے، کہ گویا ہندوستان مین آریہ برہمنون کے سوا کوئی اور قوم نہیں بس رہی ہے، یہ خیال مدراس اور دکن مین ظاہر کیا جاتا تو پروفیسر صاحب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ واقعات کی منطق سے کسقدر دور ہے، وہان کی دراویڈی قومین جو تامل، تلگو اور کنڑی بولتی ہین، وہ ہندی پرچار کی اس لئے مخالف ہین کہ وہ سمجھتی ہین، کہ ہمارے دشمن آریہ برہمن اس بہانہ سے ہماری زبانون کو اور کلچر کو مٹانا چاہتے ہین، جب یہ خیال ایک ایسے طبقہ کا ہی جو مذہب کی رو سے گویا ہندو ہی ہے، تو ملک کے اس طبقہ کا یہ خیال کیون نہ ہو جو اتحاد وطن کے علاوہ ہر حیثیت سے اُن سے الگ ہے،

اقلیت کا بچاؤ

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ زبان اسلامی زبان ہے، تب بھی یہ کوئی کہہ نہین سکتا، کہ اقلیت والی زبان کے چل جانے سے اکثریت والی قوم کا رواج اور تمدن و تہذیب مٹ جائیگی، وہ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ہمیشہ قائم رہے گی، جیسا کہ اب تک قائم رہی ہے، لیکن اکثریت کی اس زبان کو جس بنانے کی کوشش اب کیجا رہی ہی، مان کر تو اقلیت کے خاتمہ مین کوئی شک ہی نہین رہتا، کیونکہ اوسکی عمارت تو اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے ستونون پر کھڑی رہ سکتی ہے،

کیا یہ مسلمانون کی زبان ہی

پنجاب کے ایک ہندو پروفیسر نے یہ بات خوب کہی ہو کہ اردو مادری زبان

کی حیثیت سے تو اسی ملک مین بولی جاتی ہے، جہان ہندو آبادی کی اکثریت ہو یعنی انبالہ سے لیکر بھاگلپور تک، اور جہان مسلمانون کی اکثریت ہے، جیسے کشمیر، صوبہ سرحد، سندھ، پنجاب، اور بنگال، وہان کے ہر ایک صوبہ مین اسی صوبہ کی زبان ان کی مادری زبان ہو، کشمیر کے مسلمان کشمیری، سندھ کے سندھی سرحد کے پشتو، پنجاب کے پنجابی اور بنگال کے بنگالی بولتے ہین، اسلئے اس زبان کو اسلامی کہنے کے بجائے ہم ہندوی کہہ سکتے ہین، لیکن باوجود اس کے مسلمانون نے اس زبان کو قومی اور ملکی یکرنگی کی خاطر اپنی قومی اور ملکی زبان بنایا ہے، اور چونکہ صدیون سے اس کو اپنی عمومی زبان بنا چکے ہین، اسلئے کوئی وجہ نہین ہو کہ اب اُسکی جگہ کسی دوسری زبان کو دیجائے،

کیا ہندو اور مسلمان مقامی صوبہ وار بولیان یکسان بولتے ہین

یہان پر اس غلطی کو بھی دور کر دینا چاہئے، جو اکثر لوگون کی زبانون سے نکل جاتی ہے، کہ ان صوبون مین جہان صوبہ کی الگ الگ بولیان ہین مسلمان اور ہندو ایک ہی بولی بولتے ہین، جیسے بنگال مین بنگالی مسلمان اور بنگالی ہندو ایک ہی زبان بولتے ہین، ایسے ہی گجرات مین گجراتی ہندو اور گجراتی مسلمان، اور مرہٹہ مین مرہٹی ہندو اور مرہٹی مسلمان اور مدراس مین کنٹری اور تلگو وغیرہ بولنے والے ہندو اور مسلمان ایک ہی بولی بولتے ہین، مگر یہ سچ بھی ہے، اور جھوٹ بھی، سچ تو یہ ہے کہ بے شبہہ ان زبانون کے فعل اور حرف تو وہان کے ہندو اور مسلمان ایک ہی بولتے ہین، مگر اسما مین ان دونون قومون مین اتنا ہی فرق ہے، جتنا ان کی تمدنون اور ضرورتون یا پچھلی روایتون مین، ایک مسلمان بنگالی پروفیسر نے مجھے بتایا کہ مسلمان بنگالی "پانی" بولیگا، اور ہندو بنگالی "جل"، مسلمان بنگالی "خالہ" کو "کی لا" کہے گا، اور ہندو بنگالی "موسی" وغیرہ اور گجرات اور مرہٹی کا تو مجھے ذاتی تجربہ ہے، کہ مسلمانی گجراتی، پارسی گجراتی، اور ہندو گجراتی مین اتنا ہی فرق ہو، جتنا

سلہ اس موقع پر بنگال کے بعض مسلمان مقررون نے اسلامی بنگالی کی جو عبارتین پڑھکر سنائین، وہ بھی اسی دعویٰ کے مطابق تھین، "س"

ان کی قومون مین یہی حال مرہٹی کا ہے، کہ مسلمان مرہٹی ہندو مرہٹی سے امتیاز رکھتی ہے، یہی بات مدراس کی ہندو مسلمان بولیون مین ہے، اور ایسا ہی ہونا قدرتی بات ہے، ہمارے نزدیک اردو اور ہندی مین بھی اتنا ہی فرق ہونا چاہئے، اس سے زیادہ نہین، لیکن اس کے آگے بڑھکر یہ کہنا اور یہ سمجھنا کہ سنسکرتی ہی ہندی ہماری اصلی بولی ہونی چاہئے، دیس کے اتحاد اور یکتا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے،

سنسکرتی ہندی کے لئے کوشش

ابھی پہلی اکتوبر ۱۹۳۹ء کے پائنیر مین الہ آباد یونیورسٹی کے سنسکرت پروفیسر سکسینہ کا جو مضمون ہندوستانی زبان پر نکلا ہے، وہ ان کے طبقہ کے خیال کا پورا آئینہ ہے،

صوبہ یوپی کے سابق وزیر تعلیم نے اسمبلی کی ایک تقریر مین بہت خوب کہا کہ "نہ ہندو تمدن نہ مسلمان تمدن، بلکہ ہندوستانی تمدن" میری غرض ہے، کہ اس فلسفہ کو اور آگے بڑھائیے، اور کہئے، کہ نہ ہندو بولی، نہ مسلمان بولی، بلکہ ہندوستانی بولی، لیکن کیا وفادار کے ساتھ ہم سب اسکے ساتھ ہین،

ہمارے سابق وزیر تعلیم نے بنارس مین ہندی کے ایک جلسہ مین فرمایا تھا، کہ "اردو ہندی جھگڑے کا فیصلہ قدرت نے خود کر دیا، یعنی یہ کہ اب نوے فیصدی لڑکے ہندی لے رہے ہین" جہان تک کاغذ اور امتحان کے پرچون کا تعلق ہو، ہمارے وزیر صاحب کا سرکاری بیان بالکل صحیح ہے، لیکن جہان تک واقعیت کا تعلق ہے، یہ بیان ابھی صداقت سے بہت دور ہے، گو یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ ہمارے ہم وطنون مین جھوٹی قومیت پرستی کا یہی جذبہ رہا تو یہ بیان آگے چل کر واقعی صداقت نہ بن جائیگا،

صوبہ بہار مین ہندوستانی کی کوشش

بہار مین ہندوستانی کمیٹی دو سال سے بنی ہو، اس مین اسی

کی کوشش کی جارہی ہے، کہ اونچی اردو اور کڑی ہندی سے اُتر کر بیچ کی ہندوستانی کو ادب اور تعلیم کی زبان بنا کر پھیلایا جائے، چنانچہ اسی اصول پر ڈاکٹر تاراچند اور مولوی عبدالحق صاحب ہندوستانی لغت اور ہندوستانی اصطلاحون کا کام کر رہے ہین، اور ہم لوگ ہندوستانی ریڈرون کی زبان درست کرنے کا کام اپنے ذمہ لے رہے ہین، لیکن ہم کو معلوم ہے کہ اس تحریک کے دبانے کے لئے کیا کچھ نہین کیا جارہا ہے، اور اسکی کھلی مثال پروفیسر سکسینہ کی مذکورہ تحریر مین ہے، جو انھون نے بہار کی ہندستانی کمیٹی سے استعفا دیتے ہوئے لکھی،

یوپی کا سرکاری خیال

یوپی کی کانگریسی حکومت کے صیغۂ تعلیم کا غالبًا یہ منشا تھا کہ اُردو اور ہندی کو ابھی ایک ساتھ چلنے دیا جائے، لیکن قومی کوششون کے علاوہ سرکاری امدادی ذریعون سے بھی ایسی کوشش کیجائے کہ سنسکرتی ہندی کا پلہ دن پر دن بھاری ہوتا چلا جائے، یہان تک کہ اردو کس مپرسی سے اپنی موت آپ مرجائے اور سنسکرتی ہندی ہر جگہ چھا جائے، پھر اُس وقت کا وزیر تعلیم بے جھجک یہ کہہ سکے گا کہ اردو ہندی کا فیصلہ خود بخود ہو گیا، کیونکہ اب سو فیصدی لڑکے ہندی پڑھ رہے ہین،

پہلے تو اکیلے میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکولون مین لڑکون کو ہندی پڑھانے پر زور دیا جاتا تھا، اور اردو کے استاد نہ ہونے یا نہ رکھنے کے سبب سے دیہاتی لڑکون کو ہندی سیکھنے پر مجبور کیا جاتا تھا، یا وہ مجبور ہوتے تھے، اب آج کل کی روشنی مین یہ اندھیر ہو رہا ہے، کہ ہندی کی کوششون مین اوپر سے نیچے تک سرکاری عہدہ دار اس کام مین لگے ہوئے ہین، جگہ جگہ دورے کرتے ہین جلسون مین اپنی نج کی حیثیت سے جاتے ہین، اور ہندی کی ترقی کے لئے پورا زور دکھاتے ہین، حالانکہ ان کو یا تو دونون کے ساتھ ایک طرح کا برتاؤ کرنا یا دونون سے ناطرفدار ہوجانا چاہئے تھا، میرے خیال مین یہ کانگریس کے ساتھ ہمدردی نہین، بلکہ کھلی دشمنی ہے، اور مسلمانون کے

ذہن مین یہ غلطی بٹھانی ہے، کہ جب ہم آدھا اختیار پاکر یہ کر رہے ہین، تو پورا اختیار پاکر کیا کچھ نہ کرین گے، ملک کی پالیٹکس پر اس غلطی کا جو بُرا اثر اب پڑ رہا ہے، اور جو آگے پڑے گا، وہ چھپا نہین، مین نے اس وقت صفائی سے جو کچھ کہا ہے، امید ہے کہ ہمارے دوست اس کو نیک نیتی سے سنین گے، اور کہنے والے کی بھی نیک نیتی سمجھین گے،

زبان کی کسوٹی

زبان کے مسئلہ مین ہماری پالیسی کھلی ہوئی یہ ہونی چاہئے، کہ زبان وہ ہے جو بازارون مین بولی اور عدالتون اور اسٹیشنون مین سمجھی جاتی ہو، اور جو ہندو مسلمان دونون کے بیچ مین سمجھنے اور سمجھانے کے کام مین آتی ہے، وہ نہین جو شبد ساگرون اور قاموسون مین لکھی ہوئی ہے، اوس بولی کے لفظ بازار کے چلتے ہوئے سکے ہین، نہ کہ کونون اور گوشون مین پڑے ہوئے زنگ کھائے ہوئے غزنوی اور بکرماجیت کے زمانون کے سکے، جن سے پرانی یادگارون کے ماہر اور پرانی تاریخ کے شائق تو فائدہ اٹھا سکتے ہین، مگر ان سے بازارون کے چلن کا کام نہین لیا جا سکتا،

اردو کے حامیون کی سست کاری

مسلمان اس مسئلہ مین بھی کوتاہی کر رہے ہین، جو ان کے ہر قومی کام مین ہے، یعنی یہ زبان اور قلم کے شیر بنے ہوئے صرف بول رہے اور لکھ رہے ہین، کچھ کر نہین رہے ہین، ان کو یہ یقین کرنا چاہئے کہ زبان اور قلم کے یہ بند اس سیلاب کے دھارے کو نہین روک سکتے، جو پورے زور سے بہ رہا ہے، ضرورت ہے کہ ہم ہاتھ پاؤن ہلائین، اپنی گاڑھی کمائی کے کچھ ٹکڑے مانگنے والون کی جھولی مین ڈالین، ان پڑھون کو پڑھانے کی جو تحریک دو برسون سے چل رہی ہے، ہمارے نوجوان اس کے لئے ابھی تک کچھ نہین کر سکے ہین، کچھ برسون کے بعد معلوم ہو جائے گا، کہ اردو اور ہندی پڑھے لکھون مین تعداد کا کتنا بڑا فرق ہو گیا، اور اس فرق کی وجہ سے اگر کوئی نتیجہ ہماری توقع کے خلاف نکلے، تو اسکی ذمہ داری ہمارے ہی سر ہو گی،

کچھ کام کی باتین

پورے ملک مین انجمن ترقی اردو کے علاوہ اردو کی دیکھ بھال اور ترقی کے لئے

کوئی دوسری انجمن نہین ہے، اور اسکی شاخین بھی صرف بڑے بڑے صوبون تک ہین، شہر شہر اسکی شاخین اور ان شاخون مین کام کرنے والے لوگ نہین، جب تک ہم پوری سرگرمی اور جوش و خروش سے کام کو نہین کرین گے، اس کا ہونا معلوم،

بڑی بڑی کتابون اور تصنیفون کو چھوڑ کر جن کے پڑھنے والے کم ہین، ہم کو عوام کی خاطر چھوٹی چھوٹی عام پسند کتابین اور رسالے سینکڑون اور ہزارون کی تعداد مین چھپوا کر پھیلانا چاہیئے، بلکہ اگر ہو سکے تو ہندی خط مین صاف ستھری بولی کی کتابین بھی لکھائی اور چلائی جائین، اور بتایا جائے کہ ہم اس ہندی کے خلاف نہین جو ہندو مسلمان دونون کی زبان ہے،

زبان کا صحیح درجہ

ملک کی زبان کے مسئلہ کو طے کرنے کیلئے صحیح راستہ یہ ہے، کہ ہندوستانی اردو یا اس کو آسان ہندی کہہ لیجئے، ہندو مسلمانون کی مشترک زبان ہو، اور خالص ہندی کی حیثیت وہ ہے جو مسلمانون کی فارسی کی ہے، اور سنسکرت کا درجہ عربی کا ہے، اگر ہم سب اس تصفیہ پر ایک ہو جائین تو ہماری سب مشکلین دور ہو جائین، مگر افسوس ہے کہ ملک مین ایک طبقہ ایسا ہے جو نہ صرف ہندی، بلکہ سنسکرتی ہندی کو ہندوستان کی زبان بنانے پر تُلا ہے، اور وہ ایک ایسی غلطی کر رہا ہے، جس سے قومی تنگ دلی کے سوا کوئی دوسرا فائدہ نہین پہونچ سکتا، اور جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا، کہ ملک دو حصّون مین بٹ جائے،

اس زبان مین ہندؤن کا حصّہ اب بھی ہے

ابھی تک گو کہ چالیس برس سے یہ طبقہ یہ سمجھانیکی پوری کوشش کر رہا ہے کہ اردو مسلمانون کی اور ہندی ہندوؤن کی زبان ہے، پھر بھی واقعہ یہ ہے کہ اردو ہندو مسلمانون کی مشترکہ زبان باقی ہے، ہندو اخبار، اور رسالے اس زبان مین نکل رہے ہین، ہندو مصنف اس زبان مین کتابین لکھ رہے ہین، ابھی ستمبر کے آخر مین یوپی سرکار کے صیغہ توسیع تعلیم مین دیہاتی لائبریریون کیلئے کتابین مانگی گئی تھین، اس سلسلہ مین ۵۰ اسوا اردو کتابین اور ۷۱، اردو کے مسودے اس صیغہ کو موصول ہوئے ان چھپی ہوئی کتابون

مین آدھی سے کچھ کم کتابین ہندو مصنفون کی تھین اور مسودون مین ۷۱ مین سے ۳۴ مسودے ہندو مصنفون نے بھیجے تھے، ہم اس واقعہ سے اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ سمجھدار ہندو طبقہ جس نے تنگ خیالی سے اپنے کو بچا رکھا ہے، ابھی تک ہمارے بزرگون کے اس فیصلہ کو کہ یہ زبان دونون قومون کی مشترکہ میراث ہے مان رہا ہے، اور اس پر پختگی کے ساتھ یقین رکھتا ہے،

اردو کے بعض ادبی مورخون کی غلطی

بعض مسلمان مصنفون نے جنھون نے اردو زبان کی تاریخ لکھی ہے، یہ بڑی غلطی کی ہے، کہ اس زبان کی تاریخ لکھتے وقت مسلمانون کی کوششون کا ذکر تو پورا کیا ہے لیکن ہندو شعرا اور اہل زبان و اہل قلم کی کوششون کو نظرانداز کر دیا ہے، ضرورت ہے کہ اب اس زبان کی ایک ایسی تاریخ لکھی جائے، جس مین دونون کی محنتون اور کوششون کی پوری تفصیل ہو، آج یہ واقعہ کس کو معلوم ہے، کہ لکھنؤ مین اردو شاعری کا سب سے بڑا استاد رائے سرب سنگھ دیوانہ تھا جس کی تربیت کی گود مین لکھنؤ کے اچھے اچھے شاعر مرزا جعفر علی حسرت اور میر حیدر علی حیران پلے تھے، لالہ کانجی لال چنا، بندرابن راقم، پنڈت دیاشنکر نسیم، تفتہ، پنڈت رتن ناتھ سرشار، چکبست، برق، نمرود، شاد، نوبت رائے نظر، ساحر دہلوی، دیانرائن نگم، پریم چند، کشن پرشاد کول، پنڈت برجموہن دتاتریہ وغیرہ کی کوششون کا پایہ کم نہیں ہے، یہ چند نام یون ہی زبان پر آگئے ہین، ورنہ ان کے نامون اور کامون کو جمع کیا جائے، تو ایک دفتر ہو جائے،

غرض یہ ہے کہ جس راستہ پر ہمارے بزرگ اب تک چلے آئے ہین، وہی راستہ ہمارے اتحاد اور آگے کے کام کی ضمانت ہے، اس کو چھوڑ کر جو دوسرا راستہ اختیار کیا جا رہا ہے وہ ہم سب کو گمراہ کر دے گا،

سنسکرتی ہندی کی ایک دلیل کی کمزوری

یہ کہنا بھی درست نہیں کہ چونکہ ہم کو بنگال، مہاراشٹرا اور مدراس کے لوگون کو ملا کر چلنا ہے، جن کی صوبہ وار زبانین سنسکرت ماخذ سے ملتی ہین، اس لئے سنسکرتی ہندی ہی ان سب کو ایک کر سکتی ہے، یہ دلیل ایک آنکھ بند کر کے پیش کیجاتی ہے، اگر ہم دونون آنکھین کھولکر

دیکھیں تو معلوم ہوگا، کہ ہم نے یہ دلیل دیتے وقت واقعی ایک آنکھ بند کر لی تھی، اس لئے ہم نے آدھے ہندوستان
کو دیکھا، اور آدھے کو نہیں دیکھا، کیا ہندوستان مین کشمیر، سرحد، سندھ، بلوچستان اور پنجاب نہیں، پھر ان
کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ان لوگون کی زبانون کے اصلی ماخذون سے کیون آنکھیں بند کر لیجائین اس
کے علاوہ دراویڈی زبانون سے کیون غفلت برتی جائے، جن کو نہ اردو سے لگاؤ ہے، نہ ٹھیٹھ ہندی سے
اس پر بھی اسلامی مدراس کے حصہ مین اردو بولی اور اوس سے زیادہ سمجھی جاتی ہے، اور ملیبار تک اوس
کا نشان پایا جاتا ہے،

ایک اعتراض کا جواب

الہ آباد یونیورسٹی کے لائق پروفیسر جھا نے اپنی ستمبر ۱۹۳۹ء کی گوالیار والی
تقریر میں فرمایا ہے،

"اردو ڈیڑھ سو برس سے اتر ہندوستان کے ان شہرون کی زبان ہے، جو اسلامی تہذیب کے
مرکز تھے، اور مسلمانی دربارون کی اور ان کی جو اون دربارون سے لگاؤ رکھتے تھے، مشترک
زبان تھی، اور جس کی شاعری کا وزن و محاورہ اور تشبیہیں کوئی چیز ہندوستانی نہیں"

اُردو کا لفظ تو بہت پیچھے کا ہے، اسی لئے مین اس نام کو صحیح نہیں سمجھتا، لیکن اس سے مقصود
تو وہ زبان ہے، جو مسلمانون کے یہان آنے سے پہلے سندھ یا پنجاب یا ہریانہ اور دہلی کے آس پاس
بولی جاتی تھی، اور جس مین مسلمانون کے آنے سے کچھ ان کی ضرورت کے عربی فارسی یا ترکی لفظ ایسے
گھل مل گئے، کہ وہ اپنے اصلی معنون مین بہت کم رہ گئے، کیا اس زبان کی تاریخ ڈیڑھ سو برس
کی ہے، اور کیا وہ مسلمان دربارون مین بنی ہے، اور کیا اس کے خیالات، محاورون اور تشبیہون مین
کوئی چیز ہندوستانی نہیں، رسالہ ہندستانی کے کسی پچھلے نمبر مین شاہ معین الدین ندوی کا وہ مفصل
مضمون چھپ چکا ہے جس مین دکھایا گیا ہے کہ اس زبان مین ہندی تمدن اور تہذیب کا کتنا بڑا حصہ ہے
اردو مین جو تاریخی اور فرضی نام اوس کے ادب کا جز ہین، ان مین اسلامی اور غیر اسلامی سب ہی

قسم کے نام ہین، رستم، سہراب، حاتم، سکندر، دارا، افلاطون، ارسطو، جمشید، فرعون، نمرود، ان مین کوئی
بھی مسلمان نہیں، یہ اسلام سے پہلے کے عربی، یا اسلام سے پہلے کے ایرانی مصری اور یونانی نام ہین، تو
نام بھی دنیا مین وہی حیثیت رکھتے تھے، جو آج نپولین، قیصر، سالسبری، بسمارک، جارج واشنگٹن، ہٹلر
مسولینی وغیرہ رکھتے ہیں، جن کا تعلق قومون سے نہیں، بلکہ دنیا سے ہے، انھین مین وہ نام بھی ہین
جن کو ہمارے ہندوستان نے پیدا کیا ہے، جیسے بھیم، ارجن، کرشن، رام، سیتا، گوتم بدھ، بھگت
وغیرہ، یا حوالہ طلب قصے ہین، جیسے مہابھارت، راماین، بھرت ملاپ، گوپیان یا تہوار ہین، جیسے ہولی
بسنت وغیرہ یہ سب ہمارے زبان کی مثلون اور مثالون مین وقت پر کام آتے ہین، اور زبان مین
بڑا مزہ دیتے ہین، جو قوم رستم اور سہراب، سکندر اور دارا کے نامون اور کامون سے خوش ہو وہ
بکرماجیت اور رام چندر کے نامون اور کامون سے کیون خوش نہ ہوگی، جو بھی حیثیت اون کی ہو وہی
ان کی ہے، پھر ایک سے محبت اور دوسرے سے نفرت کی کوئی وجہ نہیں،

اصل ہندی سے مسلمانون کا لگاؤ

ہندوستان کی وہ میٹھی اور پیاری بولی جس کا نام اصل مین ہندی ہے، وہ
ہمارے بزرگون مین پہلے بھی مقبول تھی، اور اب بھی ہے، بڑے بڑے صوفی بزرگون کی محفلون
مین حضرت سید حسین گیسو دراز اور سعد اللہ فراز لکھنوی کے زمانہ سے وہ گائی جاتی تھی، اور اب بھی گائی
جاتی ہے، اور اوس مین کبت اور گیت کہے جاتے اور سُنے جاتے تھے، اور وہ مسلمان جو پریم اور محبت
کی اس پیاری بولی مین شاعری کرتے تھے، سینکڑون سے زیادہ ہین، لیکن جو ہندی آج پھیلائی جا رہی
ہے، فورٹ ولیم کالج سے پہلے وہ موجود نہ تھی، اوس کا پتلا انگریزون کی سیاسی جادوگری سے
بنا ہے، اور اسی سے اس مین جان پڑی ہے، اور اسی جادو کا کھیل ہے کہ جو آج ہندی اردو جھگڑے
کی شکل میں دونون قومون کو اب تک لڑا رہا ہے، یہ حقیقت ہے، اور اس حقیقت کو کوئی جھٹلا
نہیں سکتا،

صوبون کی مقامی بولیان بھی اسلامی دربارون مین بڑھی ہین

اگر کسی زبان کا کسی اسلامی دربار سے لگاؤ رکھنا کوئی پاپ ہی، جو معاف نہین ہوسکتا، تو مین کہتا ہون کہ آج صوبہ کی اکثر بولیان جو زبان کے درجہ کو پہونچی ہین، اکثر اسلامی دربار کی سرپرستی مین پھلی اور پھولی ہین، جیسے بنگالی، گجراتی، مرہٹی وغیرہ، کیونکہ سنسکرت کے سوا ایسی چھوٹی چھوٹی زبانین مسلمانون سے پہلے پڑھنے لکھنے مین کام نہین آتی تھین، ان مقامی بولیون مین لکھنا پڑھنا اور ان کو ادب کا درجہ دینا اسلامی دربارون کی سرپرستی کا نتیجہ ہے، تو پھر کیا یہ زبانین اسلئے آج بھارت ورش سے نکال دیجائین گی کہ وہ اسلامی دربارون سے لگاؤ رکھنے والون نے پھیلائی ہین، اور ان ہی دربارون کے سایہ مین وہ پھولی پھلی ہین، ان ساری زبانون مین بڑی بہتات سے عربی فارسی کے ضروری لفظ بھی ملے ہین، لیکن اس پر بھی وُہ ناپاک نہین ہوئین،

تیسری دلیل کی کمزوری

یہ کہنا بھی سچ نہین کہ ہندی دیہاتون کی زبان ہے، اور اردو شہر کی، دیہات اور شہر دونون کی بولی ایک ہی ہے، فرق ان مین وہی ہے جو دیہات اور شہر کی زندگی مین ہے، آج ہندی اخبارون اور رسالون مین لکھی جاتی ہے، وہ دیہات تو دیہات شہرون مین بھی نہ بولی جاتی ہے، اور نہ سمجھی جاتی ہے، اور اس کا تجربہ ہر روز اور ہر وقت کیا جاسکتا ہے، اور اوسی وقت اس دعوی کی سچائی کا حال معلوم ہوسکتا ہی،

ہندو مسلمانون سے مخلصانہ اپیل

مین پھر ہندو مسلمانون دونون سے اپیل کرتا ہون کہ وہ تنگ دلی اور جھوٹی قومیت کی غلط پاسداری کرکے اپنے ملک کو تباہ نہ کرین، اور اس کشتی مین وہ سوراخ نہ کرین جس سے وہ پھر کبھی نہ بن سکیگی، اور جس کا نتیجہ سب کے لئے ایک ہی، مین اپنے اس بیان کو سر تیج بہادر سپرو کے اوس مخلصانہ اور بہادرانہ بیان پر ختم کرتا ہون جو انھون نے ۲۶ - اگست ۳۹ء کو کشمیر مین ایک مشاعرہ کی صدارت کرتے ہوے فرمایا،

سر تیج بہادر کا بہادرانہ بیان

آج کل ہندوستان مین زبان کے سوال پر بڑی قیل وقال ہو رہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہو کہ اگر ہندوستان مین کوئی زبان ایسی ہے جو پشاور سے سی پی تک اور سی پی سے آگے صوبہ بمبئی کے بعض مقامات تک بولی اور سمجھی جاتی ہے، تو وہ اردو اور صرف اردو ہے، وہ لوگ صریح غلط بیانی سے کام لیتے ہین جو یہ کہتے ہیں، کہ اردو صرف مسلمانون کی زبان ہے، میں اس دعوے کو تسلیم کرنے سے صاف طور پر انکار کرتا ہون، اگر مسلمان یہ کہتے ہین کہ اردو ان کی زبان ہے، تو مین اس قول کو ماننے کے لئے تیار نہین، اس لئے کہ اردو ایک ایسی زبان ہے جس کے بنانے میں ہندو اور مسلمان دونون نے برابر کی خدمات انجام دی ہین، اسلئے اس کی کوئی وجہ نہیں، کہ ہندو اردو کو اپنی زبان نہ سمجھین، اور اس سے نفرت کرین یا مسلمان اوسے صرف اپنی زبان سمجھیں۔

چند دنون سے "ہندوستانی" کی ایک نرالی اصطلاح وضع ہوئی ہے، اور بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس اصطلاح سے زبان کی موجودہ نزاع ختم ہوجائیگی، لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے، اس کے برعکس اس اصطلاح نے زبان کے قضیہ کو حل کرنے میں اور زیادہ پیچیدگیان پیدا کردی ہین، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی کوئی ایک زبان ہے ہی نہیں، ہندوستان میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہین، ان سب کو ہندوستانی کہا جاسکتا ہے، تامل یا تلگو بھی اسی طرح ہندوستانی زبان ہے، جس طرح کسی اور صوبہ کی زبان ہوسکتی ہے، ہان اگر ہندوستانی کے لفظ سے وہ زبان مراد لیجاتی ہے جو دہلی مین آج سے پچاس سال پہلے بولی جاتی تھی، یا جو زبان آج لکھنؤ مین رائج ہے، تب البتہ میں اس اصطلاح کو ماننے کیلئے تیار ہوسکتا ہون،

اُردو ایک ایسی زبان ہے جس مین عربی فارسی اور سنسکرت کے بہت سے الفاظ شامل

ہیں، اس لئے ان زبانون کے جو الفاظ اردو میں رائج ہوگئے ہین، ان کو اردو سے خارج کرنا صحیح نہین ہو سکتا، کوئی وجہ نہیں کہ ہم عربی فارسی، اور سنسکرت کے رائج الوقت الفاظ سے اپنی زبان کو محروم کرین، درآنحالیکہ وہ ہماری زبان کا جزء بن گئے ہین، اگر کوئی لفظ عربی، فارسی، یا سنسکرت زبان سے لیا گیا ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے، کہ محض اس بنا پر اوسے اردو سے خارج کر دیا جائے البتہ یہ بات بھی غیر ضروری ہے، کہ ہم اردو میں عربی فارسی کے مزید الفاظ شامل کرین، اور اس طرح اسے مشکل بنا دین،

میرا یہ پختہ عقیدہ ہے، کہ اردو ایک ایسا مقدس ترکہ ہے، جو ہندوستان کو اپنے بزرگون سے وراثت میں ملا ہے، اگر مسلمان یہ کہتے ہین کہ اردو صرف ان کی زبان ہے، تو ہندؤن کو یہ دعویٰ ہرگز نہ ماننا چاہیئے، میں ہندو ہون، لیکن ہندو ہونے کے باوجود اس حقیقت کا اعلان کرنے میں مطلق کوئی تذبذب محسوس نہیں کرتا، کہ ہماری مادری زبان اردو ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اردو ایک ایسا رابطہ ہے، جو ہندو مسلمانون مین اتحاد و اتفاق پیدا کر سکتا ہے، اگر ہم نے اس رابطہ کو توڑ دیا، تو ہم ایک بہت بڑے قومی جرم کا ارتکاب کرین گے"،

اہل بنگال کی خدمت مین کچھ معروضات

آخر مین مجھے اس صوبہ کے اہل فکر کی خدمت مین کچھ عرض کرنا ہے، اس مین شبہہ نہیں کہ بنگال مین بنگالی کی اہمیت صوبہ کی مقامی بولی کی حثیت سے زیادہ ہے، پھر بھی یہ بھولنا نہ چاہیئے، کہ اردو کی پرورش مین، اور ملک کو ایک مشترکہ زبان کے بخشنے مین بنگال کا حصہ کم نہین ہی، مرشد آباد اور ڈھاکہ اردو ادب کی آخری سرحدین تھین، جہان اردو کے بڑے بڑے شاعرون نے جنم لیا ہے، اور شہرت کے بال و پر پیدا کئے ہین، اور شعرائے لکھنؤ کے مقابلہ مین میدان مارے ہین، اور ان کے دیوانون پر نسخ کا قلم پھیرا ہے، محمد صادق اختر عبد الغفور نساخ

اور نواب سید محمد آزاد کے نام اردو ادب مین یادگار ہین، اور آج بھی وحشت کی شاعری سے لکھنؤ اور دہلی کی ادبی محفلین مانوس ہین، موجودہ اردو ادب کا مافوق انشار پرداز جسکے قلم میں سحر حلال ہے اسی خاک مین سکونت پذیر ہے، فورٹ ولیم کالج جس نے اردو کے الجھے ہوئے بالون مین کنگھی کی، اسی سرزمین کے ایک گوشہ مین تھا، میر امن کا باغ یہین پُر بہار ہوا، اور حاتم طائی کی محفل نے یہین آرایش پائی اور اخوان الصفا نے انسانون کو حیوانون کا فلسفہ یہین پڑھایا پھر کتنی عجیب بات ہی کہ جب انگریزون کی تعلیمی رائے بدلی تو اوس سرزمین کو اپنے اُس بچہ سے جسکو اوس نے گود مین پالا تھا، ایسی بیگانگی ہوگئی کہ اب بنگالی اور اردو دو متضاد چیزین ہین،

بنگال کو اس زبان سے اوتنی بیگانگی کسی طرح نہین جتنی مدراس کو ہندی یا ہندوستانی سے ہے مگر یہ کس کو معلوم نہین کہ مدراس کی سابق گورنمنٹ نے جب زبان ہندی یا ہندوستانی کی اشاعت کی ضرورت سمجھی تو ڈراویڈی قومون کی ہر قسم کی مخالفت کے باوجود اسکی تعلیم کو ضروری قرار دیا، اور احاطہ مدراس مین اسکی اشاعت پر ہزارون روپے خرچ کئے، اگر اسی نظیر کو بنگال مین سامنے رکھا جاتا، تو ملک کی ایک بڑی ضرورت پوری ہو جاتی، اور ہندوستانی صوبون کی برادری مین بنگال کی اس کوشش کی بڑی تعریف کیجاتی،

کہا جاتا ہی کہ بنگال مین مسلمانون کا سب سے بڑا حصہ آباد ہی، اگر یہ سچ ہے، تو بنگال کے کندھون پر بھی اسلامی ضرورتون کا سب سے بڑا بوجھ ہی، ہندوستان کی ساری اسلامی برادری نے اردو کو اپنی مشترک زبان مانا ہی اور اسکے پھیلانے اور بڑھانے مین صدیان گنوائی ہین بڑا افسوس ہوگا، اگر ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ اس زبان سے اپنی بے اتفاقی کا ثبوت دے،

آج سارے ہندوستان مین جو اسلامی تحریکین پھیلی ہین، اور اسلامی ہندوستان نے جو بڑے بڑے نامور مصنف اور اہل قلم پیدا کئے ہیں بنگال کا بڑا حصہ اسلئے ان سے ناآشنا ہی، کہ وہ اس زبان سے جس مین وہ خیالات امانت ہین، بیگانہ ہین، اور اس طرح ہندوستان کا سب سے بڑا اسلامی صوبہ اسلامی تحریکات اور خیالات سے سراسر غیر متاثر ہی اور اوس سے جو نقصان اسلام کو اس ملک مین پہونچ رہا ہی، وہ بیان کا محتاج نہین،

مجھکو معلوم ہو کہ بنگال کے اندرونی حصون تک مین ہزارون مسلمان اس زبان کو بولتے اور سمجھتے ہین لیکن اردو قواعد کی بعض مشکلون اور تذکیر و تانیث کے جھگڑون کے سبب سے ان کو الجھن ہوتی ہو، لیکن اگر اہل بنگال جرأت کرتے تو اپنی ضرورت کے مطابق وہ لاہور اور پٹنہ کی طرح اپنی اردو آپ بنا لیتے، اور دلّی اور لکھنؤ والون کو اسکے ماننے پر مجبور کر دیتے،

وقت ابھی نہین گیا ہو اور آج سے زیادہ اسکے لئے کوئی دوسرا مناسب وقت مشکل سے ملسکتا ہو ؎

اے زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

بنگال کی سرکار کو چاہئے کہ ہندوستانی اردو کو اس صوبہ کے اسکولون کی تعلیم مین مناسب حصہ دے، اور شہرون مین اس زبان کی لائبریریان قائم کرے اور سرکاری حیثیت سے ہٹ کر خود بنگال والون کی ایک طاقتور جمعیت نج کے طور پر یہ کام اپنے ہاتھ مین لے، اس کے ممبر شہرون سے گاؤن تک پھیل جائین، اردو پرچار کے جگہین بنائین، اور لوگون کو یہ زبان سکھائین، اگر اردو رسم خط کی مشکل ہو تو شروع مین اس رسم خط کو بھی چھوڑ دین اور بنگالی یا لاطینی خط[1] مین اس زبان کے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھین اور پھیلائین، بنگالی ہندوستانی اردو ڈکشنریان لکھین، ادبی، اخلاقی اور مذہبی قصے لکھ لکھکر لوگون کے ہاتھون مین دین، آپ دیکھین گے کہ چند سال کے اندر بنگال ہندوستان کا جز ہو جائے گا، اور بنگال کی یہ قربانی ایک طاقتور ہندوستان کے بنانے مین بڑی مدد دے گی، آج پنجابی بولنے والے پنجاب کا اردو ہندوستانی پریس سارے ہندوستان پر راج کر رہا ہی، پھر کیون بنگالی بولنے والے بنگال مین ایسا ہندوستانی پریس نہ ہو جو ان مقبوضات کو اسی طرح اپنے قبضہ مین لے آئے، ہمت شرط ہی، اور ایثار و قربانی کی تھوڑی ضرورت، آج زبان کے مسئلہ کی کنجی مدراس کے ہاتھ مین نہین بنگال کے ہاتھ مین ہو، کیا اہل بنگال اس مشکل کے قفل کو کھولنے کو تیار ہین؟

---

[1] اس جلسہ مین اس کے برخلاف خود بنگال کے مسلمانون نے یہ تجویز پیش کی اور منظور کی، کہ بنگالی زبان کو عربی خط مین لکھین گے، "س"

مشرقی اور سمت قبلہ

از مولینا محمد ظفر الدین صاحب قادری، رضوی استاذ مدرسہ شمس الہدی پٹنہ،

(۲)

سمت قبلہ کی تعریف اور اس کے معلوم کرنے کے طریقہ سے ناواقفیت

حقیقت یہ ہو کہ مشرقی صاحب کو نہ سمت قبلہ کی تعریف معلوم ہے نہ وہ اس کے معلوم کرنے کا قاعدہ جانتے ہین، نہ سمتِ قبلہ کے فنی مسائل سے واقف ہین، سمتِ قبلہ کی تعریف علمائے ہیئت کے نزدیک یہ ہے،

ھی نقطۃ فی الافق من واجھہا واجہ الکعبۃ،	سمتِ قبلہ افق مین اس نقطہ کا نام ہے، کہ جو اس کے مواجہ مین ہو گا وہ کعبہ کے مواجہ مین

اسی نقطہ پر دائرۃ الافق اس دائرۃ العظیم سے تقاطع کرتا ہے، جو راس البلد اور راس مکۂ معظمہ پر ہوتا ہوا گذرے، اور قوسِ سمتِ قبلہ کی یہ تعریف ہے،

واما سمت قوس سمت القبلۃ فھی	اور قوس سمتِ قبلہ افق کی وہ قوس ہے،
قوس من الافق تقع بین ھذہ	جو اس نقطہ اور نقطۂ شمال یا جنوب کے درمیان
النقطۃ واحدی نقطتی الشمال	یا اس نقطہ اور نقطۂ مغرب و مشرق کے
والجنوب بشرط ان لا یکون	درمیان واقع ہو، بشرطیکہ ربع دور
اکثر من الربع او احدی نقطتی	سے زیادہ نہ ہو، اسی کو قوس انحراف
المشرق والمغرب کذالک وقد	بھی کہتے ہین یعنی مصلی کو نقاط اربعہ مغرب

قوس انحرافہا ایضاً دھی قدر ما یجب ان ینحرف المصلی من مواجھۃ احدی النقاط الاربع لیواجہ البیت

مشرق اور شمال و مغرب سے کس قدر انحراف کرنا چاہئے، کہ وہ بیت اللہ کے مواجہہ مین ہو،

ہندستان کے مختلف مقامات کے سمت قبلہ کا اختلاف

ہندوستان مکہ معظمہ سے مشرق مین ہے اسلئے ہندوستان کے قبلہ کی تین ہی صورتین ہو سکتی ہین، ٹھیک نقطۂ مغرب مین ہو یا اس قدر کم فرق ہو کہ قابلِ التفات نہ ہو، جیسے اٹاوہ، اناؤ، بہرائچ، جالون، سیتاپور، فرخ آباد، کانپور، کھیری، لکھنو، ہردوئی وغیرہ کہ ان کا انحراف ایک درجہ سے بھی کم ہے، خصوصاً اناؤ، اس کا انحراف فقط ۳ دقیقہ ہے، دوسرے انحراف شمالی ہو، جیسے بنگال، بہار، اڑیسہ کے تمام شہر اور صوبجاتِ متحدہ کے بعض اضلاع تیسرے انحراف جنوبی ہو، جیسے پنجاب کے تمام شہر اور یوپی کے بعض اضلاع

لیکن کن کن شہرون مین کس قدر انحراف شمالی یا جنوبی ہوگا، اس کا جاننا مسلمانون کے لئے ازحد ضروری ہے، افسوس کہ نہ صرف عام مسلمان بلکہ علما تک اس سے غافل ہین، اسی ضرورت کو محسوس کرکے، راقم الحروف نے اپنے رسالہ مؤذن الاوقات مین ہر عرض کے ایک مشہور مقام کے ہر مہینہ اور ہر دن کے جملہ اوقات روزہ و نماز ہیئت و توقیت کے قواعد جدید و قدیم سے استخراج کرکے دیدیے ہین نیز اس عرض کے تمام اضلاع و قصبات اور مشہور دیہاتون کا تفاوت جن کا طول و عرض مجھے اٹلس یا انڈکس آف میپ سے معلوم ہو سکا، دیدیا ہے، اس لئے اس کتاب کا افادہ بہت بڑھ گیا ہے، شائقین اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین،

شہرون اور آبادیون مین تو مسجدین ایک حد تک اس سے مستغنی کردیتی ہین، مگر جہان مسجدین نہین ہین یا نئی مسجد بنانی ہو، یا کسی کی سمت قبلہ غلط ہے، وہان اسکی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے صوبجات بنگال، بہار، اڑیسہ، ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور پنجاب کے اضلاع کا سمت قبلہ، قدر انحراف بقید درجہ دقیقہ

مع جہت انحراف لکھدیا ہی اس کے بعد دائرہ ہندیہ یا قطب نما سے سمت قبلہ نکال لینا بہت آسان ہے جس شہر مین نقطۂ مغرب سے جسقدر شمال یا جنوب کو انحراف لکھا گیا ہے، اسی قدر شمال یا جنوب کو دبتے ہوئے نماز مین کھڑا ہونا چاہئے، واللہ الموفق،

نام شہر	قوس انحراف درجہ	قوس انحراف دقیقہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف درجہ	قوس انحراف دقیقہ	جہت	نام شہر	قوس انحراف درجہ	قوس انحراف دقیقہ	جہت
صوبہ بنگال				کلکتہ	۷	۸	شمالی	بالاسور	۵۴	۸	شمالی
				کوچ بہار	۴۲	۴		بھاگلپور	۴۶	۳	”
باقرگنج	۳۹	۸	شمالی	کھلنا	۱۲	۸	”	پٹنہ	۵۶	۳	”
بانکورا	۷	۷	”	مرشد آباد	۲۷	۶	”	پلاموں	۲۳	۴	”
بردوان	۱۹	۷	”	مدناپور	۲	۸	”	پوری	۲۹	۱۰	”
بوگرا	۲۶	۶	”	میمن سنگھ	۳۴	۶	”	پورنیہ	۳۴	۴	”
پبنہ	۵۶	۶	”	نادیا	۱۷	۶	”	چھپرا	۳۷	۳	”
جلپائی گوڑی	۱۵	۴	”	نواکھالی	۳۶	۸	”	دربھنگہ	۳۲	۳	”
جیسور	۴۵	۷	”	ہوڑہ	۵	۸	”	رانچی	۳۰	۶	”
چاٹگام	۱۲	۹	”	ہوگلی	۴۷	۷	”	گیا	۴۶	۴	”
دارجلنگ	۳۳	۳	”	صوبہ بہار و اڑیسہ				مالدہ	۳۴	۵	”
دیناج پور	۷	۵	”					مان بھوم	۱۰	۷	”
ڈھاکہ	۳۵	۷	”	آرہ	۴۶	۳	”	مظفر پور	۲۵	۳	”
رنگپور	۱۱	۵	”	اودے پور	۵۷	۶	”	موتی ہاری	۳۹	۲	”

نام شہر	قوس انحراف		جہت	نام شہر	قوس انحراف		جہت	نام شہر	قوس انحراف		جہت
	درجہ	دقیقہ			درجہ	دقیقہ			درجہ	دقیقہ	
ہزاری باغ	۴۰	۵	شمالی	بہرائچ	۱۷	۰	شمالی	فیض آباد	۱۹	۱	شمالی
ممالک مغربی وشمالی				پرتاب گڈھ	۲۸	۴	”	کانپور	۵۹		”
آگرہ	۳	۱	جنوبی	پیلی بھیت	۱۲	۲	جنوبی	کھیری	۴۷	۰	جنوبی
الہ آباد	۵۲	۲	شمالی	ٹہری گڑھوال	۲۰	۵	”	گورکھپور	۵۷	۱	شمالی
الموڑہ	۲۳	۳	جنوبی	جالون	۵۹	۰	شمالی	گونڈا	۲۱	۱	”
اعظم گڈھ	۵۲	۲	شمالی	جونپور	۵۰	۲	”	لکھنو	۴۱	۰	”
اٹاوہ	۳	۰	جنوبی	جھانسی	۳۶	۱	”	مراد آباد	۲	۳	جنوبی
ایٹہ	۱۸	۱	”	دہرادون	۱۵	۴	جنوبی	میرٹھ	۵۰	۳	”
اناؤ	۵۴	۰	شمالی	رائے بریلی	۳۸	۱	شمالی	مین پوری	۴۲	۰	”
باندا	۲۶	۲	”	ریاست رامپور	۵۲	۲	جنوبی	متھرا	۴۰	۱	”
بارہ بنکی	۴۳	۰	”	سلطان پور	۵۷	۱	شمالی	میرزاپور	۴۸	۴	شمالی
بجنور	۸	۴	جنوبی	سہارنپور	۲۱	۵	جنوبی	نینی تال	۲۶	۳	جنوبی
بدایون	۱۰	۲	”	سیتاپور	۲۲	۰	”	ہردوئی	۲۳	۰	”
بریلی شریف	۱	۲	”	شاہجہان پور	۱۱	۱	”	ہمیرپور	۳۲	۱	شمالی
بستی	۳۳	۱	شمالی	علی گڑہ	۷	۲	”	**صوبہ پنجاب**			
بلند شہر	۵۶	۲	جنوبی	غازیپور	۲۱	۳	شمالی	امرت سر	۴۰	۹	جنوبی
بلیا	۲۴	۳	شمالی	فتح پور	۵۲	۱	شمالی	بنون	۲۷	۱۵	”
بنارس	۳۷	۳	”	فرخ آباد	۳۸	۰	جنوبی	پشاور	۱۷	۱۶	”

نام شہر	قوس انحراف		جہت	نام شہر	قوس انحراف		جہت	نام شہر	قوس انحراف		جہت
	درجہ	دقیقہ			درجہ	دقیقہ			درجہ	دقیقہ	
جہلم	۳۶	۱۲	جنوبی	سیالکوٹ	۱۵	۱۱	جنوبی	گڑگاؤں	۵۶	۲	جنوبی
جالندھر	۴۵	۸	”	شاہ پور	۳۹	۱۲	”	لاہور	۰	۱۰	”
جھنگ	۶	۱۱	”	شملہ	۱۴	۷	جنوبی	لودھیانہ	۵۳	۷	”
حصار	۱۷	۵	”	فیروزپور	۴۹	۸	”	مظفرنگر	۵۲	۹	”
ڈیرہ اسماعیل خان	۱۰	۱۳	”	کرنال	۱۷	۵	”	ملتان	۵۳	۹	”
ڈیرہ غازی خان	۱۰	۱۰	”	کوہاٹ	۴۲	۱۵	”	منٹگمری	۲۳	۹	”
راولپنڈی	۱۳	۱۴	۰	گجرات	۴۳	۱۱	”	ہوشیارپور	۴۸	۸	”
رہتک	۴۲	۴	۰	گجرانوالہ	۰	۱۱	”				

پنجاب اور یوپی کے جن شہرون کا سمت قبلہ جنوبی ہے، اسے تو مشرقی صاحب شاید تسلیم کرلین مگر یوپی کے جن شہرون کا قبلہ شمالی ہے، یا بنگال، بہار، اڑیسہ کے تمام شہرون کا جن کا قبلہ شمالی ہے، اس کو تسلیم کرنے مین شاید ان کو تامل ہو، اور وہ یہ خیال کرین کہ یہ سب شہر مکہ معظمہ سے زائد العرض ہین، اسلئے کہ ان کے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق خط ملانے سے کعبہ معظمہ جنوب کی طرف آتا ہے، نہ شمال کو، اسلئے فقیر اس مسئلہ کو مدلل کرنے کے لئے سمت قبلہ معلوم کرنے کا قاعدہ لکھے دیتا ہے،

سمت قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ

فصل طول مکہ معظمہ اور بلد مفروض جس کی سمت قبلہ معلوم کرنا ہو، اگر وہ ۹۰ درجہ سے کم ہے، تو عرض جنوبی مین وہ عمود جو سمت الراس مکہ معظمہ پر گذرتا ہو، نصف النہار بلدی پر قائم کرین (یعنی نقطۂ اعتدال سے ایک دائرۂ عظیم مکہ مکرمہ کی سمت گذارین کہ نصف النہار پر آپ ہی عمود ہوگا کیونکہ اس کے دونون قطب اعتدالین پر گذرا ہے)

یہ سمت الراس سے ہمیشہ شمال کو گذریگا، کہ اس عرض مین معدل سمت الراس شمالی ہے،

اور سمت الراس مکہ معظمہ معدل سے تو عمود جو نقطۂ اعتدال سے نکل کر سمت الراس مکہ معظمہ پر گذرتا ہو نصف النہار سے ملا ہو قطعاً سمت الراس بلد سے شمالی ہوگا، مگر عرض شمالی مین تینون حالتین ہوتی ہین، اگر عرض عمود عرض البلد کے برابر ہے تو موقع عمود عین سمت الراس بلد ہے، یعنی بلد کا دائرہ اول السموت ہی سمت الراس مکہ پر گذرا ہوا ہے، اور اگر اس کا عرض عرض البلد سے زائد ہے، تو موقع عمود سمت الراس شمالی ہوگا اور اگر عرض بلد سے کم ہے تو جنوبی ہوگا،
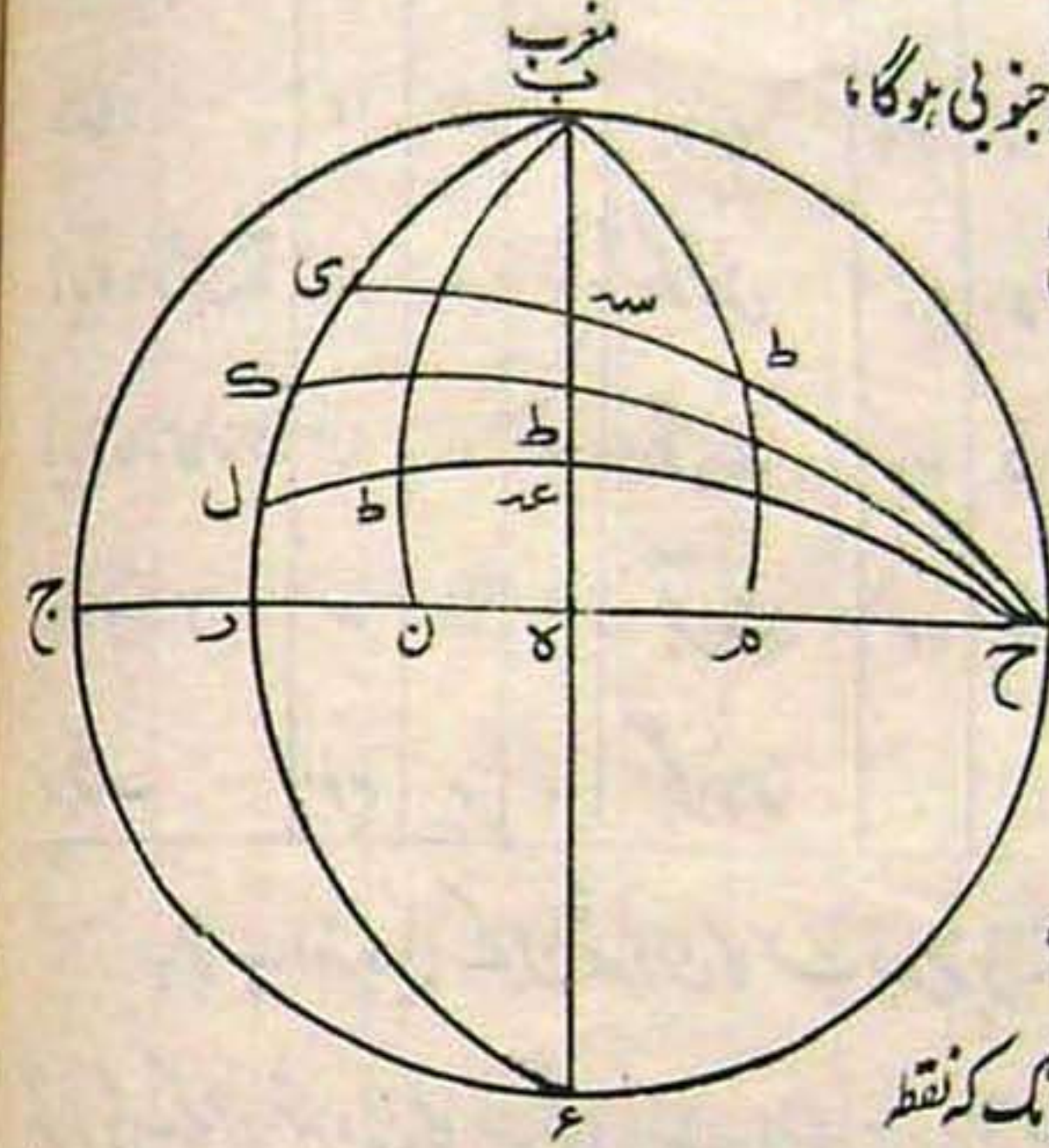
جیسا اس شکل سے ظاہر ہے اب ح ء افق شمالی ہے، ب ہ د اس کا اول السموت ب ر د معدل النہار ح قطب شمالی، ظاہر ہے کہ اول السموت کا معدل سے فصل اعظم دائرۂ نصف النہار پر ہ ر ہے کہ عرض البلد ہے پھر کم ہوتا گیا ہے یہان تک کہ نقطہ ب پر معدوم ہوگیا، ح د ح ل ح ک ح ی دوائر میلیہ ہین، جو قطب سے نکل کر معدل سے ملے ہین، اور اول السموت کے نقاط ہ ع ط سہ کا معدل سے عرض بتاتے ہین، جن مین سب سے بڑا ہ ر ہے، پھر ع ل پھر ط ک پھر سہ ی غرض نصف النہار سے جتنا فصل بڑھتا گیا ہے، عرض اول السموت گھٹتا گیا ہے، فرض کیجئے کہ تین شہر مساوی العرض ہین، جن کا عرض عرض حرم سے زیادہ ہے اور فصل طول ۹۰ سے کم تو بوجہ تساوی عرض مواقع مذکورہ پر ان کے اول السموت کے عرض یکسان ہون گے۔ فرض کیجئے عرض ع ل عرض حرم سے زائد ہے، ط ک مساوی اور سہ ی چھوٹا، تو ان تین شہرون مین مکہ معظمہ سے جس کا فصل طول ل ر ہے، وہان سمت الراس مکہ معظمہ ط نصف النہار ح ل پر ہے، اور چونکہ ع ل عرض حرم سے زائد ہے، ط اول السموت اور معدل کے بیچ مین پڑیگا، تو عمود ب ن نقطہ اعتدال سے نکل کر سمت الراس حرم پر ہوتا ہوا نصف النہار سے ملا ہوا سمت الراس بلد سے جنوب کو پڑیگا، اور جس کا فصل طول ک ر ہے، وہان ط نصف النہار ح ک پر ہے، اور چونکہ ط ک مساوی عرض حرم ہے، اس لئے ط خاص اول السموت پر واقع ہوگا، اور ب ک جو اول السموت ہے، عمود ہوگا، کہ ب سے نکل کر ط پر گذرتا اور نصف النہار سے ملا ہوا ہے، اور جس کا فصل طول ی ر ہے، وہان ط نصف النہار ح ی پر ہے، چونکہ سہ ی عرض حرم سے چھوٹا ہے، اسلئے ط اول السموت سے باہر شمالی حصہ مین رہے گا، اور عمود ب ہ سمت الراس بلد سے شمال کو پڑیگا، علامہ موسیٰ رومی شارح چغمنی فرماتے ہین،

"اعلم ان راس مکۃ فی هذہ القسم (ای الذی طولہ وعرضہ اکثر من طول مکۃ وعرضها) یمکن ان یقع علی دائرۃ اول سموت البلد فیکون سمت القبلۃ نقطۃ المغرب والخط الذی علی صوبها خط المشرق والمغرب وان یقع شمالیا منها فیکون السمت فی الربع الغربی الشمالی من الافق وان یقع جنوبیا عنها فیکون السمت فی الربع الغربی الجنوبی کما یقتضیه العمل بما فی الکتاب الا انہ لا یجب ان یکون الخط المذکور علی صوبها"

علامہ برجندیؒ اس کے حاشیہ مین ارقام فرماتے ہین،

توضیح المقام ان دائرۃ اول السموت تقطع معدل النهار علی نقطتی المشرق والمغرب وغایۃ البعد بینهما انما هی بقدر عرض البلد وکل من القسی الواقعۃ بینهما من دوائر المیل بل من انصاف نهار سائر

الآفاق اصغر من عرض البلد وكل قوس البعد من غاية البعد اصغر
من الاقرب ويجوز ان يكون عرض مكة فى هذا القسم بقدر قوس
من هذه القسى فيكون سمت راس مكة على اول السموت وسمت البلد
وسمت القبلة نقطة المغرب ويجوز ان يكون عرض مكة اعظم من
تلك القوس فيكون سمت راس مكة فى شمال اول السموت وسمت القبلة
فى الربع الغربى الشمالى من الافق، ويجوز ان يكون عرض مكة اصغر من
تلك القوس فيكون سمت راس مكة فى جنوب اول السموت وحينئذ
يكون سمت القبلة فى الربع الغربى الجنوبى من الافق كما هو مقتضى
العمل الذى ذكره المصنف"

اسی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس طرح یہ خیال غلط ہے کہ زائد العرض شہروں کا سمت قبلہ مطلقاً جنوبی ہوتا ہے، اسی طرح مشرقی صاحب کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ جو شہر مکہ معظمہ سے ٹھیک پورب واقع ہیں، ان کا قبلہ نقطہ مغرب ہوگا، جس بنا پر انھوں نے سورت کو جہاں عرب پہلی صدی میں سب سے پہلے اترے تھے مکہ معظمہ سے ٹھیک مشرق کی سمت بتایا، اور سورت، ناگپور، کلکتہ وغیرہ کو جو اسی عرض بلد پر واقع ہیں جس پر ان کے خیال میں مکہ معظمہ واقع ہے، ان کا قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب کو صحیح بتایا، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں دلائل قبلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

امام رازی کے دلائل قبلہ

واما الطريقة اليقينية وهى الوجوه المذكورة فى كتب الهيئة قالوا
سمت القبلة نقطة التقاطع بين دائرة الافق وبين دائرة عظيمة،
تمر بسمت رؤسنا ورؤس اهل مكة وانحراف القبلة قوس من
دائرة الافق ما بين سمت القبلة ودائرة نصف النهار فى بلدنا وما بين

سمت القبلة ومغرب الاعتدال تمام الانحراف قالوا ويحتاج فى معرفة
سمت القبلة الى معرفة طول مكة وعرضها فان كان طول البلد
مساويا لطول مكة وعرضها مخالف لعرض مكة كان سمت قبلتها
على خط نصف النهار فان كان البلد شماليا فالى الجنوب وان كان
جنوبيا فالى الشمال واما اذا كان عرض البلد مساويا لعرض مكة وطوله
مخالفا لطولها فقد يظن ان سمت قبلة ذلك البلد على خط الاعتدال
وهو ظن خطاء"

دیکھئے کس قدر روشن تصریح ہے کہ جب عرض بلد عرض مکہ کے مساوی اور طول بلد طول مکہ کے مخالف ہو، تو خیال کیا جاتا ہے کہ اس شہر کا خط اعتدال یعنی ٹھیک مغرب کو ہے، جیسا مشرقی صاحب نے خیال کیا، مگر امام رازی فرماتے ہیں، کہ یہ خیال غلط ہے،

استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ

اس تمہید کے بعد استخراج سمت قبلہ کا قاعدہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے،

قاعدہ یہ ہے ظم عرض حرم + جم فصل طول = ظم عرض موقع جم عرض موقع + ظل فصل طول = محفوظ
جیب تفاضل = ظل انحراف،

اسکی تشریح یہ ہے کہ جس مقام کا سمت قبلہ معلوم کرنا ہو، پہلے اس کے طول کا مکہ معظمہ کے طول سے تفاضل لے لیا جائے، اس کے بعد ظل[1] التمام عرض مکہ معظمہ کو جیب التمام فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے حاصل جمع کی قوس معلوم کرکے اس کا کل لے لیا جائے، کہ عرض موقع ہے پھر اس کو عرض بلد سے تفریق کیا جائے، اگر عرض بلد عرض موقع سے کم ہے تو انحراف شمالی ہوگا، اور زائد ہے تو انحراف جنوبی ہوگا،

---

[1] ظل اور ظل التمام جیب اور جیب التمام وغیرہ کی لوگار، تمی اعداد میتھمیٹکل ٹیبس لوگارتھمس چیمبر صاحب میں ملیں گے، یہ کتاب رڑکی ٹامسن کالج سے مل سکتی ہے، ۱۲ منہ

برابر مین کوئی انحراف نہ ہوگا، بلکہ سمت قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب کو ہوگا اس کے بعد جیب اتمام عرض موقع کو ظل فصل طول کے ساتھ جمع کیا جائے، حاصل جمع کو جیب تفاضل عرض موقع و عرض البلد سے کم کرکے اس ظل کی قوس لے کر ۹۰ تک اس کا تمام لیا جائے، یہ قدر انحراف ہوگا، سمت قبلہ معلوم کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے،

اس قاعدہ کے بعد اب مین پھر مشرقی صاحب کے افادات کی طرف متوجہ ہوتا ہون، فرماتے ہین،

"یہ کہنا کچھ بے جا نہین ہے، کہ ہندوستان کے مسلمانون کی پچھلی کئی قرنون کی نمازین اور نقصون کے علاوہ یقیناً اسی لئے قبول نہین ہوئین، کہ وہ دین اسلام کے مقرر شدہ قبلہ کی طرف نہ تھین، خدا اس کم نگاہ اور اندھی اُمت سے بجا ناراض ہے"،

اور کمالات کے ساتھ اس دعوی سے مشرقی صاحب عالم غیب بھی ہوگئے، کہ انھون نے مسلمانون کی قرنون کی نمازون کو اکارت کر دیا، دیکھیے ان کی پرواز کہان تک لیجاتی ہے، لیکن یہ دعوی بھی ان کے قصور علم کا نتیجہ ہے،

فہم قرآن کا نمونہ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ استقبال قبلہ عام ہے، خواہ عین کعبہ معظمہ کی طرف رُخ ہو جیسے مکہ مکرمہ والون کے لئے یا محض اس جہت کی سمت ہو، جیسے اورون کے لئے، کلام اللہ کے یہ الفاظ ہین فَوَلِّ وَجْهَكَ شطر المسجد الحرام اور فولوا وجوهكم شطره اگر عین کعبہ سے استقبال کا حکم ہوتا تو لفظ شطر کے بجاے فولّوا وجوهكم الى بيت الله فرمایا جاتا تفسیر کبیر مین ہے،

في الآية قولان الاول وهو	یعنی شطر کی تفسیر مین دو قول ہین، پہلا
قول جمهور المفسرين من الصحابة	جمہور مفسرین صحابہ و تابعین و علماء متاخرین
والتابعين والمتاخرين واختيار	اور امام شافعی رح کا کتاب الرسالہ
الشافعي رضي الله عنه في كتاب	مین پسندیدہ قول یہ ہے، کہ مراد جہت مسجد

الرسالة ان المراد جهة	حرام ہے، اور اس کے مقابل و محاذی ہے
المسجد الحرام وتلقائه	اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات ہی تلقاء
وجانبه، وقراءة ابى ابن كعب	المسجد الحرام ہے،
تلقاء المسجد الحرام،	

امام رازی نے اس کے بعد دوسرا قول معتزلہ کا بیان کیا ہے، کہ شطر سے مراد نصف ہے، اس کے بعد دو دلیلون سے اسے رد کیا ہے، فرماتے ہین، اگر شطر سے مراد طرف ہو تو لفظ "شطر" بڑھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر فَوَلِّ وَجْهَكَ المسجد الحرام کہا جائے جب بھی یہی مطلب ہوگا، البتہ اگر شطر کے معنی جہت لئے جائین، تو بیشک اس لفظ کے بڑھانے کا فائدہ ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، البيت قبلة لاهل المسجد والمسجد قبلة لاهل مكة والحرم قبلة لاهل المشرق والمغرب،

ایک خوش اعتقادی آگے مشرقی صاحب کی خوش اعتقادی مغربی قوم کے متعلق ملاحظہ ہو:-

اگر یہی فولّوا وجوهكم شطر المسجد الحرام کا حکم کسی مغربی قوم پر نازل ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ یورپ کے ہر حصہ میں کروڑون نہایت باریک بین رصدی آلات اس مطلب کے لئے شہر بہ شہر نصب ہو جاتے کہ خداے عزوجل کے آسمانی حکم کے رو سے شطر المسجد الحرام صحیح طور پر دریافت کرین، وہ قوم ایسے دقیقہ رس اور نازک آلات ایجاد کرتی، کہ شمال و مغرب کے درمیان تین لاکھ چوبیس ہزار سمتون سے ایک گز کا بھی فرق نہ آنے پاتا، ان کے قبلہ کی سمت عین کعبہ کے سیاہ غلاف کے نصف پر آکر پڑتی ہے، جو چھ فٹ لمبا اور چھ فٹ

پچھوڑا ہے"

مشرقی صاحب نے خوش اعتقادی کی بھی حد کر دی، ان کو ہمیشہ ایسی ہی باتوں کا یقین ہوا کرتا ہے جو بالکل واقعہ کے خلاف ہوں جنھیں اصلیت سے دور کا بھی علاقہ نہ ہو، مغربی قوموں کو فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا حکم تو نہیں لیکن فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَ الْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ کا حکم تو ہے، کہ وہان کا بھی قبلہ ہے، مین مشرقی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہون کہ مغربی قومون نے یورپ مین کتنے کر وربا ریک بین رصدی آلات بیت المقدس کی سمت معلوم کرنے کے لئے شہر بہ شہر نصب کر دیئے، کیا مسلمانون کے لئے خانہ کعبہ کی جو اہمیت ہے، مغربی قومون کے لئے بیت المقدس کی اوس سے کم ہے،

سمت قبلہ معلوم کرنے کے طریقوں اور آلات سے ناواقفیت

مشرقی صاحب باوجود دعوی ہمہ دانی اپنے گھر کی دولت سے محروم ہین، انھین یہ بھی نہین معلوم کہ مسلمانون کے پاس سمت قبلہ معلوم کرنے کے کیسے کیسے باریک آلات ہین، آپ کے تخیل مین صرف مغربی قوم ایسے آلات ایجاد کرتی، کہ شمال و مغرب کے درمیان تین لاکھ چوبیس ہزار سمتون سے ایک گز کا بھی فرق نہ آنے پاتا، اور مسلمانون کے پاس اس گئی گذری حالت پر بھی ایسے ایسے آلات معلومات ہین، کہ نقطۂ شمال و مغرب کے درمیان پندرہ سنکھ ستائیس پدم چھبیس نیل چونسٹھ کھرب مختلف طرفون کے درمیان ایک گز تو درکنار ایک انچ کا بھی فرق نہین پڑ سکتا، اگر جناب کو اسکی خبر نہ ہو تو اس کا کیا علاج، مین بتاتا ہون کہ اس آلہ کا نام اسطرلاب ہے، امام فخر الدین رازی رح ادراک سمت قبلہ کے طریقہ یقینیہ کے بیان مین فرماتے ہین،

وَلِذٰلِكَ طرق اسهلها ان يعرف الجزء الذی يسامت رؤس اهلِ مكة من فلك البروج وهو ريح من الجوزاء و ح من السرطان فيضع ذلك الجزء على خط وسط السماء فی الاسطرلاب المعمول لعرض البلاد ويعلم على المدى الى علامة تمديد ير العنكبوت الى ناحية المغرب ان عان البلد شرقيا عن

مكة كما فی بلاد خراسان والعراق بقدر ما بين الطولين من اجزاء المجرة (الی قوله) ويخط على ظل المقياس خطاً من مركز العمود الى طرف الظل فذلك الخط خط الظل فيبنی عليه المحراب"

یہ آلہ آپ کی مغربی قوم کے آلات کی طرح بہت بیش قیمت بھی نہین جس کا حصول ہر شخص کے لئے ممکن نہ ہو، رام پور لائبریری اور کتب خانہ خدابخش خان مرحوم کے علاوہ دوسرے کتب خانون مین بھی بہتیرے اسطرلاب ہین، اسطرلاب کے علاوہ مین مشرقی صاحب کو ایک اور آلہ بتاتا ہون، جس سے نہایت آسانی کے ساتھ سمت قبلہ معلوم کیجا سکتی ہے، اور مغرب و شمال کے پندرہ سنکھ حصون مین اس کے ذریعہ بھی ایک انچ کا فرق نہین پڑ سکتا، یہ آلہ خاص ہندوستان کی ایجاد ہے، جس کی وجہ سے اس کا نام "دائرۂ ہندیہ" رکھا گیا،

علامہ ریاضی بہاء الدین محمد عاملی اپنی کتاب "تشریح الافلاک" مین اسطرلاب والا طریقہ بتا کر لکھتے ہین،:-

طريق آخر اسهل من الاول تاخذ يوم كون الشمس فی احد الجزئين السابقين (ای ثامنة الجوزاء او الثالثة والعشرين من السرطان) لكل خمس عشر درجة من التفاوت بين الطولين ساعة ولكل درجة اربع دقائق فاذا مضىٰ من نصف النهار بقدر ما معك من الساعات والدقائق ان زاد طول البلد او بقی له بقدرها ان نقص فظل المقياس خط سمت القبلة وهی على خلاف جهة الظل"

علامہ عصمت اللہ اسکی شرح مین اسکی وجہ بیان فرماتے ہین،:-

وذلك لان دائرة الارتفاع تمر حينئذٍ بسمت راس مكة ايضاً والظل

یکون فی سطحہا فخط الظل ھُوَ خط سمت القبلۃ فما یحاذی احد طرفی
ھذ الخط من اجزاء الدائرۃ الھندیۃ یکون نقطۃ سمت القبلۃ"

سمت قبلہ معلوم کرنے کا ایک اور آسان طریقہ

یہ تو مشرقی صاحب کو سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے آلات کا پتہ بتانا تھا، اب عام مسلمانون کے لئے سمت قبلہ نکالنے کی سہل ترین ترکیب لکھتا ہون، ۲۹ مئی اور ۱۶ جولائی کی تاریخون مین اپنے شہر اور مکہ معظمہ میں جتنے گھنٹے اور منٹ کا فرق ہو، نصف النہار کے بعد اتنے گھنٹے اور منٹ پر کسی عمود یا پایہ کا سایہ دیکھین یا خود سیدھے دھوپ مین کھڑے ہو جائین، اس وقت کا سایہ ٹھیک سمت قبلہ کو بتائے گا، مکہ معظمہ اور کسی شہر کے وقت مین گھنٹے اور منٹ کا فرق اس طرح معلوم ہو سکتا ہے، کہ اطلس کے آخر مین شہرون کا طول وعرض دیا ہوتا ہے، اس سے مکہ معظمہ اور اس شہر کا طول معلوم کرکے چھوٹے کو بڑے سے تفریق کر دین، حاصل تفریق کو ۴ مین ضرب دیکر ۶۰ پر تقسیم کرین، اس سے گھنٹہ منٹ معلوم ہو جائے گا،

کاش مشرقی صاحب لاہور کی مساجد کو کم از کم اسی قاعدہ سے دیکھنے کے بعد ان کی سمت قبلہ کے غلط ہونے کا حکم لگاتے،

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے،:-

"مین چاہتا ہون کہ ہندوستان کے سب نمازی مسلمان اگر اپنی نمازون کو بارگاہ خداوندی مین پھر قبول کرانا چاہتے ہین، تو سب سے پہلے اپنے غلط قبلون کو اس صحیح نقشے سے درست کرلیں جو مین نے الاصلاح مین دیا ہے، یا اس سے بہتر نقشے سے درست کرین، غلط قبلون والی مسجدون پر آلات رصدیہ کے ذریعہ سے صحیح قبلون کے نشان از سر نو لگوائین، حتی الوسع پرانی مسجدون مین جن کے قبلے یقیناً درست ہون گے، اپنی نمازین علی الخصوص جمعہ کی نماز ادا کرین۔"

نماز کی قبولیت اور عدم قبولیت اور چیز ہے، اور شرائط و ارکان کے مطابق ہونا، اور چیز، ٹھیک

سمت قبلہ پر نہ ہونے سے عدم مقبولیت کا حکم لگانا ہرگز صحیح نہین،

مشرقی صاحب کے نقشہ کی غلطیان

الاصلاح کے نقشے سے قبلون کی درستی کی بھی ایک ہی کہی، آپ حکم تو تمام ہندوستان کے مسلمانون کو دیرہے ہین، اور نقشے مین صرف چند جگہ کے نام دئیے ہین، اور وہ بھی غلط، مثلاً پٹنہ کا طول ۸۵ ہے، آپکے نقشہ مین ۹۰ درجہ سے بھی پورب یعنی ۹۲ درجہ ہے، اور عرض ۲۵ درجہ ہی، مگر آپکے نقشہ مین خط سرطان کے قریب یعنی ۲۳ درجہ ہے، اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے، اگر قاعدہ صحیح بھی ہو، تو مشرقی صاحب کے نقشہ مین ایسی فاش غلطیان ہین، کہ ان پر بنیاد رکھنا کسی طرح صحیح نہین، اگر صحیح نقشہ بھی دستیاب ہو جائے، تو اس مین گنتی کی چند جگہون کے سوا تمام آبادیون کے نام نہین ہوتے، پھر نقشہ مین اگر وہ جگہ جس کی سمت قبلہ معلوم کرنی ہے، مل بھی گئی، تو نقشہ مین مکہ معظمہ اور اس شہر کے درمیان خط کھینچ دینے سے اس شہر کی مسجدون کی سمت قبلہ کس طرح معلوم ہو گی، پھر سطحی خط اور ہے کروی خط اور، نقشہ مین ان دونون شہرون کے درمیان خط ملا دینے سے اس دائرہ کے مساحت پر کس طرح ہو گا، جو سمت الراس مکہ معظمہ پر گذرتا ہوا افق بلد سے متقاطع ہو،

ہزار نکتہ باریک تر ز مو این جاست   نہ ہر کہ مو بتراشد قلندری داند

ایک پر لطف تجویز

سب سے پر لطف آلات رصدیہ کے ذریعہ مسجدون مین صحیح قبلون کا نشان بنانے کی تجویز ہے، اولاً ہر مسجد کے لیے قیمتی آلات آئین گے کہان سے، پھر ہر جگہ کے عوام ان کے استعمال سے واقف نہین ہوتے، اور ملاؤن کو آپ ناواقف بتا چکے ہین، تو کیا ہر جگہ آپ خود زحمت گوارا فرمائین گے، جن جن مسجدون مین آپنے نمازین پڑھی ہین، کیا ان کی سمت آپنے آلات کے ذریعہ سے درست کر لی تھی، اچھرہ کی مسجد کا جہان آپ چار سال سے مقیم ہین، اور جس مین آپنے ہزارون نمازین پڑھی ہون گی سمت قبلہ کیا ہے، نقطۂ مغرب سے کسقدر اور کس جانب انحراف ہے، کسی ایسی تجویز کا جس پر خود عمل نہ ہو پیش کرنا مضحکہ انگیز ہے،

کیا مسجد کی قدامت اس کے سمت قبلہ کی صحت کی دلیل ہے

مشرقی صاحب نے لاہور کے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہی، کہ "وہ اپنی تمام نئی مسجدون کو چھوڑ کر شاہی مسجد سنہری مسجد اور مسجد وزیر خان مین نماز ادا کرین"

کیا مشرقی صاحب نے ان مسجدون کی سمت قبلہ کی تحقیق کر لی ہی یا محض قدامت کی بنا پر انکی صحت تسلیم کرتے ہین ان کے بیان سے تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ قدامت کی بنا پر ان کا قبلہ صحیح سمجھتے ہین اسلئے کہ وہ لاہور کی تمام مسجدون کے سمت قبلہ سے منحرف ہونے کا فتوی دیچکے ہین،

خاتمہ

مشرقی صاحب کا رسالہ "مولوی کا غلط مذہب نمبر ۵" شروع سے آخر تک بالکل غلط ہی، جو مسجدین سمت قبلہ کے مطابق ہین، خواہ وہ نئی ہون یا پرانی انکی نمازون کے سمت قبلہ کے موافق ہونے مین تو کوئی شبہہ ہی نہین، اور جن مسجدون کے قبلے صحیح سمت مین نہین ہین تو اگر وہ ۴۵ درجہ کے اندر تک ہین جب بھی نماز صحیح ہو جائیگی، گو ہمارے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق ان کی سمت قبلہ صحیح کر لینی ضروری ہی لیکن اگر انکی موجودہ حالت مین بھی ان مین نمازین پڑھی جائین جب بھی ہو جائین گی، سمت کعبہ کی جانب رُخ ہونیکے معنی یہ ہین کہ رُخ کا کوئی جز کعبہ کی سمت مین واقع ہو، بس اگر کعبہ سے خفیف انحراف بھی ہو لیکن رُخ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ مین ہو، تو نماز ہو جائیگی، البتہ اگر ۴۵ درجہ سے زیادہ انحراف ہو گا تو استقبال نہ ہو گا، اور اس صورت مین نماز نہ ہو گی جیسا کہ اس شکل سے واضح ہو گا،
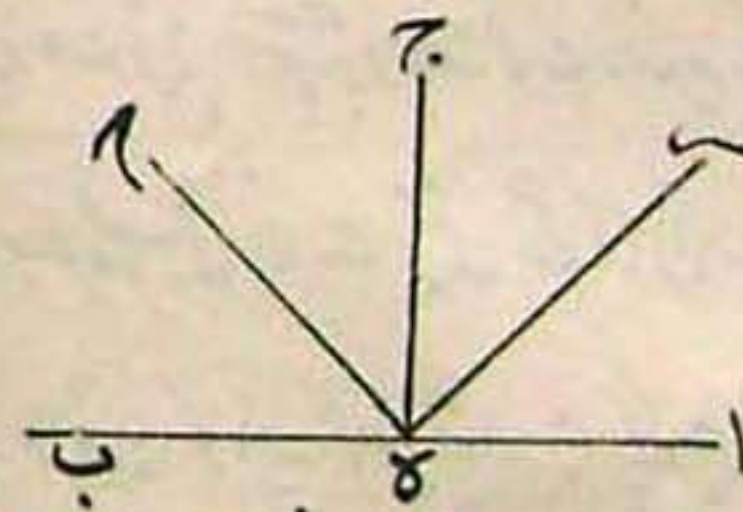
مثلاً اب ایک خط ہی اس پر ہ ج عمود ہی فرض کیجئے کہ کعبہ معظمہ مین نقطہ ج کے محاذی ہی دونوں قائمے ا ہ ج اور ج ہ ب کی تنصیف کرتے ہوئے خطوط ہ د ہ ح کھینچے تو یہ زاویے ۴۵-۴۵ درجے کے ہوئے کیونکہ قائمہ ۹۰ درجہ کا ہوتا ہی، اس شکل کے مطابق جو شخص مقام ہ پر کھڑا ہی اگر نقطہ ج کی طرف رُخ کرے تو عین کعبہ کی جانب ہو گا، اور اگر داہنے یا بائین د یا ح کی طرف جھکے تو جب تک ج د یا ج ح کے اندر ہی جہت کعبہ مین ہی، اور جب د سے بڑھکر د یا ح سے گذر کر ح ب کے درمیان ہو جائیگا، تو جہت بالکل بدل جائے گی، اور نماز نہ ہو گی،

تلخیص و تبصرہ

تراجم قرآن

دنیا کی مختلف زبانون مین قرآن پاک کے جو ترجمے اب تک ہو چکے ہین، الہلال مصر نے جنوری سنہ ۴۶ء کی اشاعت مین ان کی فہرست شائع کی ہے، پیام امین مین عبد اللہ تنہامی صاحب نے قرآن کے غیر زبانون کے بہت سے تراجم شمار کرائے ہین لیکن اس مضمون مین زبانون اور تراجم کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے، گو یہ بھی مکمل نہین ہے تاہم اس مین تراجم کا بڑا حصہ آگیا ہے،

انگریزی کے ترجمے

(۱) الگزنڈر روس (Alexander Ross) کا ترجمہ پہلی مرتبہ سنہ ۱۶۴۹ء مین لندن مین، پھر دوبارہ سنہ ۱۶۸۸ء مین اور سنہ ۱۸۰۶ء مین امریکہ مین چھپا، (۲) جارج سیل کا ترجمہ پہلی مرتبہ سنہ ۱۷۴۳ء مین مترجم کے مقدمہ کے ساتھ لندن مین چھپا، اور اتنا مقبول ہوا، کہ اس کے چھبیس اڈیشن شائع ہوئے، آخری اڈیشن سر ڈانسون روس کے مقدمہ کے ساتھ سنہ ۱۹۱۳ء مین نکلا، امریکہ مین آٹھ بار چھپا، یہان سنہ ۱۹۲۹ء مین اس کی آخری اشاعت ہوئی، (۳) روڈول (Rod well) کا ترجمہ پہلی مرتبہ لندن مین سنہ ۱۸۶۱ء مین چھپا، اس کے بعد سنہ ۱۸۷۶ء، سنہ ۱۹۰۹ء، سنہ ۱۹۱۱ء، سنہ ۱۹۱۳ء، سنہ ۱۹۱۵ء، سنہ ۱۹۱۸ء سنہ ۱۹۲۱ء میں چھپتا رہا، امریکہ مین سنہ ۱۹۰۹ء مین طباعت ہوئی، (۴) ای اتچ، پامر کا ترجمہ سنہ ۱۸۸۰ء مین دو جلدون کے ساتھ آکسفورڈ سے شائع ہوا، پھر لندن مین سنہ ۱۹۰۰ء، سنہ ۱۹۲۸ء، سنہ ۱۹۲۹ء، اور امریکہ مین

سنہ ۱۹۰۹ء مین چھپا، (۵) ترجمہ عبدالحکیم خان سنہ ۱۹۰۵ء (۶) ترجمہ مرزا ابوالفضل سنہ ۱۹۱۳ء (۷) ترجمہ محمد علی لاہوری، مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۱۷ء، سنہ ۱۹۲۰، سنہ ۱۹۲۹، (۸) ترجمہ غلام سرور مطبوعہ آکسفورڈ، سنہ ۱۹۳۰ء (۹) ترجمہ پکتھال مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۰، مطبوعہ نیویارک سنہ ۱۹۳۱ (۱۰) ترجمہ یوسف علی مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۳۵ء

فرانسیسی (۱) ڈوردیر (Du Ryer) کا ترجمہ، مطبوعہ پیرس، سنہ ۱۶۴۷، سنہ ۱۶۴۹، سنہ ۱۶۵۱، سنہ ۱۶۷۳، مطبوعہ لاہائی سنہ ۱۶۸۳ء، سنہ ۱۶۸۵، سنہ ۱۷۱۹، سنہ ۱۷۲۳ء مطبوعہ امسٹرڈام (ہالینڈ) سنہ ۱۷۳۴، سنہ ۱۷۵۶، سنہ ۱۷۷۰، فرانسیسی سے انگریزی مین روس نے اس ترجمہ کو سنہ ۱۶۴۹ مین اپنی زبان مین منتقل کیا، سنہ ۱۶۵۸ مین غلاسیا کو نے ہالینڈ کی زبان مین اور ہالینڈ کی زبان سے لانگی نے سنہ ۱۶۸۸ء مین جرمن زبان مین اور ڈیٹریوس کانیٹر نے سنہ ۱۷۱۶ مین اور فرنکین نے سنہ ۱۷۹۰ مین روسی زبان مین منتقل کیا، (۲) سفری کا ترجمہ (Savary) کا ترجمہ مطبوعہ پیرس سنہ ۱۷۸۳، سنہ ۱۸۲۱، ۱۸۲۲ء، سنہ ۱۸۲۶ء، سنہ ۱۸۲۸، سنہ ۱۸۲۹ء، سنہ ۱۸۹۱، سنہ ۱۹۲۶، مطبوعہ امسٹرڈم (ہالینڈ) سنہ ۱۸۸۶، یہ ترجمہ سنہ ۱۸۸۲ء میں اطالوی زبان، سنہ ۱۹۱۳ء مین قسطلانی زبان اور سنہ ۱۹۱۱ مین ارمنی مین منتقل کیا گیا، (۳) کشمیرسکی (Kasimirski) کا ترجمہ سنہ ۱۸۴۵ مین پیرس مین چھپا، سنہ ۱۹۰۹ تک اس کے بیس اڈیشن نکلے، اس کے بعد سنہ ۱۹۲۱ اور سنہ ۱۹۳۲ مین پھر طباعت ہوئی، یہی ترجمہ آج کل فرانس مین رائج ہے، سنہ ۱۸۴۴ مین روسی زبان مین اور سنہ ۱۹۱۱ مین ارمنی زبان مین منتقل کیا گیا (۴) ترجمہ فاطمہ زاہدہ سنہ ۱۹۲۹، سنہ ۱۸۶۱ (۵) ای مونیہ (E. Montet) کا ترجمہ مطبوعہ پیرس، یہ ترجمہ اطالوی زبان مین منتقل کیا گیا، (۶) ترجمہ مارڈروس (Mardrus) مطبوعہ پیرس سنہ ۱۹۲۶ء (۷) ترجمہ لامیش وابن داؤد سنہ ۱۹۳۱ء (یہ دونون مسلمان ہین)

جرمن (۱) ترجمہ شویگر (Schweigger) مطبوعہ نورمبرگ سنہ ۱۶۱۶، سنہ ۱۶۲۳، سنہ ۱۶۵۹، سنہ ۱۶۶۴ (۲) ترجمہ داوید نارٹر (Davidnarreter) مطبوعہ نورمبرگ سنہ ۱۶۰۳ (۳) ترجمہ

مگرلین (Megerlin) مطبوعہ فرانکفورٹ سنہ ۱۷۷۲ (۴) ترجمہ بویسن (Boysen) مطبوعہ ہال سنہ ۱۷۷۳، سنہ ۱۸۲۸ مین فول (Wahl) نے اس کو منقح کرکے دوبارہ شائع کیا، (۵) ترجمہ المان (Ulmann) مطبوعہ کریفیلڈ سنہ ۱۸۴۰ء یہ آٹھ مرتبہ چھپا، سنہ ۱۸۹۷ مین آخری اڈیشن نکلا، (۶) ترجمہ ہیننگ (Henning) مطبوعہ لیپزگ سنہ ۱۹۰۱ آجکل جرمنی مین یہی ترجمہ رائج ہے، (۷) ترجمہ غریگول (Grigull) مطبوعہ ہال سنہ ۱۹۰۱ء (۸) ترجمہ روکرٹ (Ruckert) مطبوعہ فرانکفورٹ، سنہ ۱۸۸۰، کہا جاتا ہے کہ یورپین زبانون مین اس سے بہتر کوئی ترجمہ نہین، (۹) ترجمہ غرم (Grimme) سنہ ۱۹۲۳ء (۱۰) ترجمہ غلڈ شمید (Goldschmidt) مطبوعہ برلن سنہ ۱۹۱۶، سنہ ۱۹۲۳، (۱۱) ترجمہ لینگے (Lange) مطبوعہ ہمبرگ سنہ ۱۶۸۸، (۱۲) ترجمہ آرنلڈ (Arnold) سنہ ۱۷۴۶ (۱۳) ترجمہ کلامروث (Klamroth) مطبوعہ ہمبرگ سنہ ۱۹۱۰

یونانی (۱) ترجمہ پنتاکی (Pentakes) مطبوعہ اتھنز سنہ ۱۸۸۰، سنہ ۱۸۸۶، سنہ ۱۹۲۸،

لاطینی (۱) ترجمہ بلیانڈر (Bibliander) سنہ ۱۵۴۳ (۲) ترجمہ ماروس (Marracci) سنہ ۱۶۹۸

پولینڈ (۱) ترجمہ بوشکیفو (Buczackiego) مطبوعہ وارسا سنہ ۱۸۵۸

اطالوی (۱) ترجمہ اریفابین (Arrivabene) سنہ ۱۵۴۷ (۲) ترجمہ کلزہ (Calzo) سنہ ۱۸۴۷ (۳) ترجمہ بزیری (Banzare) سنہ ۱۸۸۲، سنہ ۱۹۱۲، سنہ ۱۹۱۳ (۴) ترجمہ فیولانٹی (Violante) مطبوعہ روما سنہ ۱۹۱۲ (۵) ترجمہ برانسی (Branchi) سنہ ۱۹۱۳ء فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا گیا، (۶) ترجمہ فراقاسی (Fracassi) سنہ ۱۹۱۴ (۷) ترجمہ فردجو (Frojo) مطبوعہ باری سنہ ۱۹۲۸ء (۸) ترجمہ بونلی (Bonelli) مطبوعہ میلان سنہ ۱۹۲۹ء،

پرتگالی (۱) سنہ ۱۸۸۲ میں فرانسیسی سے ترجمہ کیا گیا،

ہسپانوی (۱) ترجمہ ڈی رولس (De Roles) مطبوعہ میڈرڈ سنہ ۱۸۴۴، (۲) ترجمہ آرنز

(Getiz) مطبوعہ برشلونہ سنہ ۱۸۶۲ء (۳) ترجمہ مرجیونڈو (Margwindo) مطبوعہ میڈرڈ سنہ ۱۸۷۵ء (۴) ترجمہ براوو (Bravo) مطبوعہ برشلونہ سنہ ۱۹۰۷ء (۵) ترجمہ کاٹولا (Catolá) مطبوعہ میڈرڈ سنہ ۱۹۱۳ء، سنہ ۱۹۳۱ء، سنہ ۱۹۳۶ء

سرویا (۱) ترجمہ میکولوبیراتش (Micolaubibratie) مطبوعہ بلگریڈ سنہ ۱۸۹۵ء

ڈچ (۱) ترجمہ شویگر (Schweigger) مطبوعہ ہمبرگ سنہ ۱۶۴۱ء (۲) ترجمہ غلاسماتر (Glassmater) سنہ ۱۶۵۸ء، سنہ ۱۶۹۹ء (۳) ترجمہ تولینس (Zollens) مطبوعہ بٹاویا سنہ ۱۸۵۹ء (۴) ترجمہ کیزر (Keyser) مطبوعہ ہارلیم سنہ ۱۸۶۰ء، سنہ ۱۸۷۸ء، سنہ ۱۹۰۵ء، سنہ ۱۹۱۶ء

البانوی زبان (۱) البانی زبان مین ایک البانی مسلمان ا، م، ق، نے ترجمہ کیا،

عبرانی (۱) ترجمہ ردکنڈورف (Reckendarf) مطبوعہ لیپزگ سنہ ۱۸۵۷ء (۲) ترجمہ رفلین (Rivlin) مطبوعہ بیت المقدس سنہ ۱۹۳۲ء

ڈنمارک (۱) ترجمہ پڈرسن (Pedersen) مطبوعہ کوپن ہیگن سنہ ۱۹۱۹ء (۲) ترجمہ بول (Buhl) مطبوعہ کوپن ہیگن سنہ ۱۹۲۱ء

ارمنی (۱) ترجمہ امیرخانیانز (Amirchanganz) مطبوعہ ادرنہ سنہ ۱۹۰۹ء، سنہ ۱۹۱۰ء (۲) ترجمہ لورنز (Lorenz) مطبوعہ آستانہ سنہ ۱۹۱۱ء، (۳) ترجمہ کوربتیان (Kourbatian) مطبوعہ ورنہ سنہ ۱۹۱۲ء۔

بلغاری زبان (۱) ترجمہ ٹوموف دسکولف (Tomovet Shulco) مطبوعہ صوفیا سنہ ۱۹۳۳ء

بنگالی (حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ سے سنہ ۱۳۴۹ھ مین بنگالی زبان مین ترجمہ کیا گیا، (۲) ترجمہ ابن محمد عبدالحق سنہ ۱۹۰۱ء مین بنگالی زبان مین منتقل کیا گیا (۳) ترجمہ نعیم الدین سنہ ۱۸۹۹ء (۴) بنگالی مسلمانون کی مجلس علماء نے ایک ترجمہ کیا، جو سنہ ۱۸۸۲ء مین کلکتہ سے شائع ہوا (۵) ترجمہ غولدساک سنہ ۱۹۰۸ء/۱۹۲۰ء۔

رومانی (۱) ترجمہ ایسوپسکل (Isopescul) سنہ ۱۹۱۲ء

ہنگری (۱) ترجمہ زڈمایر وگڈیون (Szedmayer et geden) سنہ ۱۸۵۳ء (۲) ترجمہ غرسون (Gerzon)

جاپانی (۱) ترجمہ سکاموٹو (Sakamoto) مطبوعہ ٹوکیو،

بوہیمیا (۱) ترجمہ فسلی (Vesely) مطبوعہ پراگ سنہ ۱۹۲۵ء (۲) ترجمہ نیکل (Nykl) مطبوعہ پراگ سنہ ۱۹۳۳ء

چینی (۱) ترجمہ پاؤمن چین چنگ (Paominchenching) سنہ ۱۹۳۵ء (۲) ترجمہ لوین جو دھوا جو جز سنہ ۱۹۲۳ء (۳) ترجمہ چن چاک می، (Chin chok me) مطبوعہ شنگھائی سنہ ۱۹۳۱ء (۴) ترجمہ تی چنگ سنہ ۱۹۳۷ء

سویڈن (۱) ترجمہ کروسنسٹولپ (Cruesenstolpe) مطبوعہ اسٹاکہلم سنہ ۱۸۴۳ء، (۲) ترجمہ ٹورنبرگ (Tornberg) مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۴۷ء (۳) ترجمہ زٹرسٹین (Zaiterstéen) مطبوعہ اسٹاکہلم سنہ ۱۹۱۷ء

پشتو (۱) سنہ ۱۳۱۹ھ مین ایک ترجمہ طبع ہوا،

پنجابی (۱) ترجمہ حافظ محمد بارک اللہ مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۲۷ء سنہ ۱۲۸۸ھ (۲) ترجمہ ہدیۃ اللہ مطبوعہ لاہور سنہ ۱۳۰۵ھ (۳) ترجمہ شمس الدین بخاری مطبوعہ امرتسر سنہ ۱۳۱۲ھ (۴) ترجمہ فیروز الدین سنہ ۱۹۱۳ء

سواحیلی (۱) ترجمہ ڈیل (Dale) مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۹۲۳ء

سندھی (۱) ترجمہ عزیز اللہ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۲۹۳ھ (۲) ترجمہ محمد صدیق عبدالرحمن مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۷ھ

غوجراتیہ (۱) ترجمہ عبدالقادر بن لقمان مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۸۷۹ء (۲) ترجمہ حافظ عبدالرشید مطبوعہ دہلی، سنہ ۱۳۱۱ھ، سنہ ۱۳۰۶ھ، (۳) ترجمہ محمد اصفہانی مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۹۰۰ء، (۴) ترجمہ غلام علی سنہ ۱۹۰۳ء،

جاوی ترجمہ نیاد یاہ (Myaypak) مطبوعہ سماٹرا سنہ ۱۹۰۳ء،

اخبارِ علمیہ

سرشاہ سلیمان کا نظریۂ اضافیت

گذشتہ جنوری مین سائنس کی نیشنل اکیڈمی کے سالانہ جلسہ مین جوالہ آباد مین منعقد ہوا تھا، سرشاہ سلیمان نے اپنے نظریۂ اضافیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آئن اسٹائن کا استدلال بالکل اطمینان بخش نہین ہے جدید مشاہدات سے اس کے نظریہ کے تناقضات معلوم ہوتے جارہے ہین، آئن اسٹائن کا ریاضیاتی تجزیہ تو صحیح اور دلفریب ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان عمارت ایک کمزور بنیاد پر کھڑی ہے آئن اسٹائن نے فطرت کو غلط سمجھا ہے، اس لئے اس کے نتائج بھی غلط فہمیون مین الجھے ہوئے ہین، اور محض اپنی کوتاہ فہمی کو چھپانے کے لئے اس نے ریاضی کا حربہ استعمال کیا ہے، اس کے مفروضات سے صحیح نتائج اسی وقت تک نکالے جاسکتے تھے، جب تک روشنی کے مقابلہ مین اسکی رفتار اور حرکت کا تخمینہ کم تصور کیا جاتا تھا، لیکن جدید معلومات سے آئن اسٹائن کا فلسفہ منطقی دلائل سے ثابت نہین ہوتا اور اس کے نتائج ناقابلِ فہم ہوگئے ہین،

روس کے ماہر ہیئت پروفیسر اے اے میکا ٹلاوف نے بھی آئن اسٹائن کے نظریہ کو غلط قرار دیا ہے، اور سرشاہ سلیمان کے نظریہ کی تائید کی ہے، سنہ ۱۹۳۶ء مین جو سورج گرہن ہوا تھا، اس مین نیوٹن کے نظریہ کے مطابق آفتاب سے ستارون کی روشنی کا انحراف ،۸۷، سکنڈ ہونا چاہئے، اور آئن اسٹائن کے نظریہ کے لحاظ سے ۱،۷۵ سکنڈ سے زیادہ نہین بڑھنا چاہئے تھا، اور سرشاہ سلیمان کا خیال تھا کہ

۲،۳۲ سکنڈ ہوگا، پروفیسر مذکور نے اس گرہن کی تصویر لی تھی، اور چار سال کے غور و فکر کے بعد سرشاہ سلیمان کے تخمینہ کو صحیح قرار دیا ہے،

ہندوستان مین تعلیم

گذشتہ جنوری مین مرکزی حکومت کی جانب سے سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء کی ہندوستان کی تعلیمی روداد شائع ہوئی ہے، اس کے مطابق اس سال بمبئی کے اسکول جانے والے لڑکون اور لڑکیون کی تعداد صوبون مین سب سے زیادہ رہی، ان کی تعداد ۱۰،۸۳ تھی، اس کے بعد مدراس کا نمبر ہے، اس کی تعداد ۳،۷ ہے، سب سے کم تعداد صوبہ متوسط کی ہے، وہان صرف ۳،۳۱ طلبہ اور طالبات نے تعلیمی ادارون سے فائدہ اٹھایا، لڑکیون کے مدارس کے لحاظ سے بنگال فائق رہا، وہان ۶،۹۱ لڑکیون اور ۹،۹۱ لڑکون نے تعلیم حاصل کی، بمبئی مین ۱۱،۰۶ لڑکون اور ۲،۹۲ لڑکیون نے مدارس سے استفادہ کیا، مدراس مین ۱۰،۲ لڑکے اور ۲،۴ لڑکیان زیرِ تعلیم رہین، صوبہ متوسط مین صرف ۵،۱،۲ لڑکیون اور ۱۲،۱ لڑکیون نے تعلیم پائی،

مدراس نے ساڑھے پانچ کروڑ، بنگال نے پانچ کروڑ اور صوبہ سرحد نے صرف اکتیس لاکھ روپے خرچ کئے،

مجموعی حیثیت سے برطانوی ہند مین کل آبادی مین سے ۵،۲۰۸ طلبہ اسکول اور کالج مین تھے، ان مین ۷،۸۰ طلبہ اور ۲،۳۱ طالبات ہین،

اس سال برطانوی ہند مین تعلیم پر کل ۲۰ کرور روپے خرچ ہوئے، اس سے پہلے سال کا خرچ ۲۰ کرور تھا، یہ کمی برما کی علحدگی کے سبب ہوئی ہے، اب کالجون کی تعداد ۲۴۶ ہے، سنہ ۳۷-۱۹۳۶ء مین ۲۴۱ تھی، پرائمری مدراس کی تعداد کم ہوگئی ہے، پہلے ۱۶۴،۸۹۴ تھی، اب ۱۵۸،۶۰۲ ہے،

(ص ع)

باب التقریظ والانتقاد

رسالون کے سالنامے اور خاص نمبر

سب رس اردو نمبر، مرتبہ صاحبزادہ میر محمد علی خان صاحب میکش تقطیع بڑی ضخامت ۱۹۲ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مرقوم نہین، پتہ:- ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد،

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد، اردو زبان کا خدمت گذار ادارہ ہے، اسی سلسلہ مین اس نے سب رس کا یہ اردو نمبر نکالا ہے، اس مین اردو زبان وادب سے متعلق بہت سے مضامین ہین، جو بیشتر اس کے تاریخی اور ادبی پہلوؤن سے متعلق ہین، اردو زبان وادب پر بہت کچھ لکھا جاچکا، ان کے ساتھ ساتھ اب اردو کے خدمتگذارون کو ایسے تعمیری مسائل پر لکھنے کی ضرورت ہی، جو اردو زبان کی زندگی اور اسکی ترقی وتوسیع کے لئے مفید ہون اور تاریخ وادب مین بھی پرانی باتون کو دہرانے کے بجائے نئے گوشون، دلچسپ ادبی پہلوؤن، نئی تحقیقاتون اور زبان کے علمی مباحث کو پیش کرنے کی ضرورت ہے، ادبیات اردو کام کرنے والا ادارہ ہے، اسلئے اسے خاص طور سے ان امور کو پیش رکھنے کی ضرورت ہے، بہرحال اس کا یہ نمبر اس قسم کے مضامین سے خالی نہین ہے، "ادب اردو کا مطالعہ" ڈاکٹر حفیظ سید "خواتین دکن کی ادبی خدمات" نصیر الدین صاحب ہاشمی "دکن کے چند کایستھ شعرا" ہندو راج صاحب سکسینہ "ضلع" مرزا عصمت اللہ بیگ، ہندستان کی زبان، ایم اسلم، مفید مضامین ہین نئی مطبوعات کے تعارف کا سلسلہ بھی مفید ہی، مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا افسانہ حیدرآباد "تادلی دلچسپ ہے" ان کے علاوہ اور بہت سے متعدد دلچسپ مضامین معلومات ہین، نظم کا حصہ بہت اچھا ہی،

البیان اقبال نمبر، مرتبہ جناب محمد حسین صاحب عرشی تقطیع بڑی ضخامت ۸۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۸ر، پتہ:- دفتر امت مسلمہ امرتسر،

متعدد رسالون کے بہت اچھے اقبال نمبر نکل چکے ہین جن مین اقبال کے حالات ان کی شاعری ان کی تعلیمات اور ان کی مختلف حیثیتون پر نہایت مفصل مضامین شائع ہو چکے ہین، اس لحاظ سے البیان کا یہ نمبر بہت ہلکا ہے، تاہم اس کے بعض مضامین نے اس نمبر مین بھی ایک خصوصیت پیدا کر دی ہے، لائق اڈیٹر کا مضمون "اقبال کی صحبت مین" بہت اچھا ہے، اس مین انھون نے اپنی اور اقبال مرحوم کی مختلف اوقات کی گفتگوؤن کو قلمبند کیا ہے، اس مین مذہب اخلاق، تصوف، فلسفہ خصوصاً بعض آیات قرآنی کی تفسیر وتاویل اور دوسرے علمی ومذہبی مسائل پر سر اقبال کے حکیمانہ خیالات، ان کی رائین، اور ان کا نقطۂ نظر ہے، اکثر مسائل مین ان کی دقیقہ سنجی نکتہ رسی اور دقتِ نظر مین کوئی شبہہ نہین، لیکن بعض ان کے خاص منفردات بھی ہین، "مکتوباتِ اقبال" بھی علمی ومذہبی فوائد ونکات سے خالی نہین ہے، شبیر احمد صاحب کا مضمون "اقبال اور صنفِ لطیف" بھی لائقِ مطالعہ ہی، اس سے اس دور کے ایک اہم مسئلہ یعنی عورت کا درجہ اور اوسکے فرائض کے متعلق ہمارے سب سے بڑے شاعر کا نقطۂ نظر معلوم ہوتا ہی، اقبال کے عشق قرآن کے واقعات نہایت موثر ہین،

سالنامہ ساقی مرتبہ جناب شاہد احمد صاحب بی اے تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۲ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ، پتہ:- مہتمم ساقی دہلی،

ساقی کا یہ سالنامہ افسانون کی کثرت تنوع اور ضخامت کے لحاظ سے پوری کتاب ہے، لکھنے والون مین مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی، قاضی عبد الغفار صاحب، ایم اسلم، پریم پجاری، ڈاکٹر عابد حسین اور مرزا عظیم بیگ چغتائی، وغیرہ بہت سے ممتاز اہل قلم کے مضامین ہین، مولوی عنایت اللہ صاحب کے قلم سے شکسپیر کے مشہور ڈرامے "رومیو جولیٹ" کا شستہ اور پاکیزہ ترجمہ ہی، افسانون مین بیشتر دلچسپ اور پڑھنے کے

لائق ہین، "موتی کے آویزے" "خندۂ تقدیر" "حباب" اور "رومان" "زبردستی" "نیش ہوس" "کانچ کے گرد"

"آئینہ حیرت" "باقاعدہ خدمت" "ڈائن" اور "خطبۂ صدارت" ہمین زیادہ پسند آئے، آخر الذکر تینون افسانے

خاص طور سے دلچسپ ہین، سنجیدہ ادبی مضامین کا حصہ بھی مفید ہے، اختر صاحب ارینوی کا مضمون "رز

پسند ادب" موجودہ رجحان ادب کا ترجمان ہو، ڈاکٹر عندلیب شادانی نے خواجہ حافظ کی شراب کے حقیقی

مجازی ہونے کے پرانے قضیہ کو طے کرنیکی کوشش کی ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے افسانے اور مضامین

اس مرتبہ کا سالنامہ گذشتہ سالنامون سے زیادہ کامیاب ہو،

ادب لطیف سالنامہ، مرتبہ جناب چودھری برکت علی صاحب و مرزا ادیب بی اے،

تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت عہ، پتہ مکتبہ اردو لاہور،

ادب لطیف کا سالنامہ بھی کامیاب اور ادب و افسانے کا اچھا مجموعہ ہو، افسانون مین "گرمیون

کی چھٹیان" شفیق الرحمن، "یہ انسان" اپندر ناتھ اشک، "اکبر کا انصاف" پروفیسر محمد حبیب، "جین کے لئے" خلیق

ابراہیم، "حجلہ عروسی" ابو العلا چشتی، "اور پنڈارے" کرشن چندر زیادہ پر لطف ہین، "سلیم" کی سرگذشت تعلیم

اور بے کار نوجوانون کے افسوسناک انجام کا سبق آموز مرقع ہے، بادشاہ حسین صاحب کا مضمون "برناز

کی نازک دماغی" دلچسپ ہے، چند معمولی علمی و ادبی مضامین بھی ہین، مجموعی حیثیت سے کامیاب نمبر ہی

کے خطوط کی کمی نمایان طور سے محسوس ہوتی ہو،

عالمگیر سالنامہ، مرتبہ حافظ محمد عالم صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۶ صفحے کاغذ کتابت

وطباعت بہتر، قیمت عہ، پتہ:- دفتر عالمگیر بازار سید مٹھا، لاہور،

حافظ محمد عالم صاحب نے بھی اپنے خوان ادب کے لئے ممتاز اہل قلم کے دلچسپ افسانے اور مفید

علمی مضامین فراہم کئے ہین، افسانون مین "معطر لفافہ" جناب احمد ندیم قاسمی "اس کی حسین تصویر" مرزا ادیب

"گیشا" آسی، "انگریزی" غاروگل، "ایم اسلم" "تنکا تین" شفیق الرحمن صاحب "عیش جاودان" عزیز احمد صاحب

بہت اچھے افسانے ہین، سنجیدہ علمی و ادبی مضامین بھی مفید ہین، مولینا ابو ظفر صاحب ندوی کا مضمون

"شاہان گوجر کا توپخانہ" محققانہ اور پر از معلومات ہے، ایک قدیم ادبی یادگار کی حیثیت سے حامد حسن صاحب

قادری کا مضمون "آگرہ کا ایک قدیم مشاعرہ" بھی دلچسپ ہے، مولوی بشیر احمد صاحب کا مضمون "روزمرہ

اور محاورہ" مفید ہے،

ہمایون سالگرہ نمبر، مرتبہ میان بشیر احمد صاحب بی اے آکسن تقطیع بڑی ضخامت ۱۰۰ صفحے،

کاغذ کتابت وطباعت نفیس، قیمت ۱۲ر، پتہ ۲۳ لارنس روڈ لاہور،

ہمایون کے فاضل اڈیٹر محض رسماً سالگرہ نمبر کے نام سے آغاز سال مین ایک نمبر نکالدیتے ہین،

یہی وجہ ہے کہ اس مین اور ہمایون کے عام نمبرون مین کوئی خاص فرق و امتیاز نہین ہوتا، اور نہ اس مین

عام سالنامون کی جیسی چمک دمک اور آب و تاب ہوتی ہو، ہمایون جیسے سنجیدہ رسالہ کے لئے یہی زیبا ہے،

بہرحال اس مختصر نمبر مین جو کچھ بھی ہے، وہ مفید اور لائق مطالعہ ہے، لائق اڈیٹر کے قلم سے اردو اور ہندی

کے قضیہ پر بہت مدلل اور مفید تبصرہ ہے، کشمیر کی تاریخ اور وہان کے سیاسی مسائل اور حالات پر بھی

مفید معلومات ہین، "مان بیٹی" دقیانوسی مان اور تہذیب جدید کی بیٹی کا دلچسپ اور "جنگ" جنون جنگ کا

سبق آموز مرقع ہے، خیال آتا ہو کہ "بابا" عرصہ ہوا بجنسہ یا کسی قدر تغیر کے ساتھ آج سے کئی سال پہلے

"بھاک بکری" کے عنوان سے الناظر لکھنؤ مین نکل چکا ہو،

پیام تعلیم سالگرہ نمبر، مرتبہ مولوی حسین حسان صاحب ندوی تقطیع بڑی ضخامت ۱۰۰ صفحے،

کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مرقوم نہین، پتہ:- جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی،

حسب معمول پیام تعلیم نے یہ سالگرہ نمبر نکالا ہے، اس کے مضامین کی یہ خصوصیت ہو کہ ان مین

بچون کے ذوق اور لطف و دلچسپی کے سامان کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت ان کے معلومات مین

مفید اضافہ اور ان کے لئے دلچسپ اور پسندیدہ مشاغل کا خاص طور سے لحاظ رکھا جاتا ہو، اس نمبر مین

بھی یہ تمام خصوصیات موجود ہیں، چنانچہ اس میں تاریخ، جغرافیہ، سائنس کے مسائل، صنعت و حرفت وغیرہ مختلف قسم کے مفید معلومات کو دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے، ان مضامین کے ساتھ بچوں کی تفریح کے لئے بھی کافی مسالہ ہے، غرض تعلیم و تفریح دونوں لحاظ سے یہ نمبر بچوں کے مطالعہ کے لائق ہے،

نبات سالگرہ نمبر، مرتبہ جناب رازق الخیری صاحب، تقطیع بڑی، ضخامت ۴۴ صفحے، کاغذ معمولی، کتابت و طباعت اچھی، قیمت ۵ر، پتہ رسالہ نبات، دہلی،

نبات بچیوں کا مشہور رسالہ ہے، اس خاص نمبر میں ان کے ذوق کی متعدد دلچسپ کہانیاں مفید مضامین اور گھریلو تعلیم سے متعلق معلومات ہیں، "نزالاخط" اور "دال کی دریا دلی" بہت دلچسپ ہیں، بچیوں کے علاوہ چھوٹے بچے بھی اس رسالہ کو دلچسپی سے پڑھیں گے،

نئے رسالے

الندوہ مرتبہ مولینا سید ابوالحسن علی ندوی و مولانا عبدالسلام ندوی قدوائی، استاذ دار العلوم، تقطیع بڑی، ضخامت ۳۲ صفحے، کاغذ، کتابت، و طباعت، بہتر، قیمت:- عہ، پتہ:- الندوہ بادشاہ باغ لکھنؤ

دار العلوم ندوۃ العلماء کا مشہور علمی و دینی رسالہ الندوہ جسکی یاد اب تک قدردانوں کے دلوں سے فراموش نہیں ہوئی ہے، بیس پچیس سال کے بعد دوبارہ اپنی تمام خصوصیات کیساتھ نکلا ہے الندوہ پہلا رسالہ ہے، جس نے سنجیدہ علمی لٹریچر کا مذاق پیدا کیا، مولینا شبلی مرحوم کے اکثر مضامین اسی کی زینت ہوتے تھے، اس دور کی تمام اہم مذہبی اصلاحی اور تعمیری تحریکوں میں الندوہ کا بڑا حصہ تھا، ان ضروریات کے اعتبار سے آج اُس زمانہ سے زیادہ الندوہ کی ضرورت ہے، اسلئے مسلمانوں کو اسکی پوری قدردانی کرنی چاہئے، خوش قسمتی سے اسکو استاذ معظم مولینا سید سلیمان ندوی کی سرپرستی بھی حاصل ہو گئی ہے، اس لئے

وہ کسی حیثیت سے اپنے پہلے دور سے کم نہ رہے گا، اس نمبر میں زیادہ تر افتتاحی مضامین ہیں، ابتداً میں نواب صدر یار جنگ بہادر مولینا حبیب الرحمن خان شروانی کا جو پہلے دور میں مولینا شبلی مرحوم کیساتھ شریک ادارت تھے، حوصلہ افزا پیغام ہے، شذرات میں رسالہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے، مقالات میں "ندوۃ العلماء کی تاریخ کا پہلا صفحہ" کے عنوان سے مولینا سید سلیمان ندوی کے قلم سے مقدس بانیان ندوہ کے علمی سلسلہ، مجلس ندوۃ العلماء کے ابتدائی تخیل، اور اس کے قیام کی تاریخ پر مسلسل مضمون ہے، اور ندوہ کے مقاصد پر مولانا شبلی مرحوم کی پہلی تقریر جو انھوں نے ۱۸۹۴ء میں ندوہ کے دوسرے اجلاس منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر کی تھی، نقل کی گئی ہے، لائق اڈیٹروں کے قلم سے بھی مفید مضامین ہیں، مولینا ابوالحسن علی نے مصر کے مشہور فاضل احمد امین استاذ جامعہ مصریہ کی مشہور تصنیف "فجر الاسلام" پر مفید تبصرہ کیا ہے، الندوہ کے اجراء سے علمی و مذہبی رسالوں کی برادری میں بہت اچھا اضافہ ہوا ہے،

دار الاسلام، مرتبہ ادارہ دار الاسلام، تقطیع بڑی، ضخامت ۴۸ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مرقوم نہیں، پتہ:- دار الاسلام پنجاب کوٹ، پنجاب،

پنجاب کا نیا مذہبی ادارہ دار الاسلام پٹھان کوٹ مولینا ابوالاعلیٰ مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن کے ذریعہ کافی روشناس ہو چکا ہے، مولینا کے اس ادارہ سے قطع تعلق کر لینے کے بعد، اب ترجمان القرآن کی جگہ دار الاسلام نکلا ہے، یہ رسالہ ادارہ کا نقیب ہے، اس نمبر میں ادارہ کے تخیل، اوس کے قیام کی تاریخ اس کے مقاصد اور اس کے دستور العمل وغیرہ کی تفصیلات ہیں، مضامین میں حضرت مولینا اشرف علی صاحب کے دو مضمون "تعلیم المسلمین" و "تفہیم المسلمین" ایک دار الاسلام کا خطبہ جمعہ اور سورۂ نبا، کا ترجمہ مع مختصر فوائد ہے، اس نمبر کے بعد دوسرا پرچہ ہماری نظر سے نہیں گذرا، کہ ہم اس کے متعلق کوئی صحیح رائے دے سکتے،

فاران مرتبہ محمد عنایت اللہ خان صاحب حیرت، تقطیع بڑی، ضخامت:- ۵۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت، بہتر، قیمت سالانہ ۲ر، ششماہی ۱۲؍ فی پرچہ ۵ر

پتہ:۔ دفتر فاران کٹرہ رام گڑیان، امرتسر،

یہ رسالہ چند مہینوں سے امرتسر سے نکلتا ہے، ہم نے دو چار نمبر دیکھے، عام ادبی رسائل کو دیکھتے ہوئے مضامین کا معیار غنیمت ہے، ادبی مضامین کے ساتھ سنجیدہ اور مفید معلومات بھی پیش کرتا ہے، "تقلید اور تصوف" کا سلسلہ مفید تھا، لیکن ایک نمبر کے بعد باقی آئندہ پھر نظر نہ آیا، موازنہ ذوق و غالب میں اگر غیر متعلق باتیں اور تطویل عمل نہ ہوتی، تو فائدہ سے خالی نہ تھا، دانتے کی "ڈیوائن کامیڈی" کے ماخذ پر اردو میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مولینا شبلی مرحوم کی شاعری کا مضمون بھی تشنہ ہے، افسانوں میں "شریک زندگی" اور "پیکر وفا" دلچسپ ہیں،

داستان، مرتبہ جناب ہندی صاحب، تقطیع بڑی، ضخامت ۶۴ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت:۔ ۲ روپے فی پرچہ ۴ر، پتہ:۔ دفتر داستان، نمبر ۴۵ نیسل روڈ لاہور،

یہ رسالہ حال ہی میں لاہور سے نکلا ہے، ادبی اعتبار سے بُرا نہیں ہے، اس نمبر میں متعدد مفید ادبی مضامین ہیں، پروفیسر احتشام علی رضوی نے اردو شاعری کے صد سالہ تغیرات اور جدید رجحانات پر سرسری نظر ڈالی ہے، "محبت" میں جذبہ محبت کی دلچسپ شاعرانہ اور نفسیاتی تحلیل کی گئی ہے، محمد رفیق صاحب خاور ایم اے کا مضمون "جدید ادبی تحریکات کا جمود" اپنی گوناگون دلچسپیوں کے لحاظ سے خاص طور سے لائق توجہ ہے، اس کا مقصد موجودہ زمانہ کے رجحانات و ضروریات کے مطابق ادب اردو کی اصلاح ہے، لیکن مضمون نگار کے جذبہ انقلاب نے اس مضمون کو "ادبی بحران" بنا دیا ہی، انھیں اس کا احساس بھی باقی نہیں رہ گیا ہے، کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، اس مختصر تبصرہ میں اس مضمون کی گوناگون خوبیوں پر نظر ڈالنے کی گنجائش نہیں ہے، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ ان کے خیالی معیار کے مطابق اس دور میں صحیح معنوں میں کوئی شاعر ادیب اور نثر نگار ہی نہیں ہے، ابو الکلام، ظفر علی خان،

سجاد حیدر، اصغر اور فانی نے شہرت طلبی کے لئے اپنی نثر و نظم کو مشکل بنا دیا، "ریاض، شاد، فانی، حسرت، جگر اور سیماب وغیرہ کی ذہنیت عہد ماضی کے کثیف دھندھ میں گھری ہوئی ہی، "مرعبد القادر، محی الدین زور، مرزا محمد عسکری ذوق تنقید سے عاری ہیں، اور بے سوچے سمجھے بعض یورپ کی نقالی کرتے ہیں، خواجہ حسن نظامی کی کوئی کتاب معیار ادب پر پوری نہیں اترتی، "شبلی، حالی، آزاد، شرر، مولوی عبد الحق کی تنقیدوں میں رجال پرستی اور مبالغہ آرائی کا رنگ ہوتا ہے"، سید سلیمان ندوی، عبد الحق، ابو الکلام، سجاد حیدر، ڈاکٹر تاثیر وغیرہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نمات فن قرار دیتے ہیں، اور ان کی بے بصری، ادبی اور علمی ناواقفیت قابل افسوس ہے، یہ پورا مضمون اسی قسم کے لطائف و ظرائف سے بھرا ہوا ہے، اس سے ہمارے مجددین ادب کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، ان اکابر کی ادبی گمراہیوں کے مقابلہ میں اگر مضمون نگار کو کہیں امید کی شعاع نظر آتی ہی، تو میراجی اور راشد؟ کی شاعری میں شاید اسی موقع کیلئے کہا گیا تھا، کہ

یا ترقی آنجنان و یا تنزل اینچنین

یہ مضمون "ادبی بحران" کی حالت میں لکھا گیا تھا، اسلئے مضمون نگار قابل معافی ہیں،

زمزم مرتبہ جناب زاہد القادری، تقطیع بڑی ضخامت ۴۸ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت سالانہ ۲ روپے فی پرچہ ۳ر، اکبر منزل مچھلی والان، دہلی،

آج کل کے نوجوانوں میں اپنے مذہب اور اپنی تہذیب سے بیزاری کا ایک بڑا سبب ان چیزوں سے ان کی ناواقفیت ہے، زمزم کا مقصد موجودہ مذاق کے مطابق اسلامی تعلیمات اور اسلامی تمدن کی خوبیوں کا پیش کرنا ہے، اس کی مناسبت سے مختلف مذہبی اور اسلامی موضوعوں پر چھوٹے چھوٹے مفید مضامین ہوتے ہیں، مثلاً "اسلامی مساوات" سر شاہ سلیمان، "دین حنیف علماے مشرق و مغرب کی نظر میں" مولوی سید احمد صاحب ایم اے "اسلامی حکومت کا نظام" اڈیٹر "سلاطین اسلام کا نظام عدالت"،

ظل الرحمن صاحب ایم اے "مسیحی بربریت" اور اسلامی تہذیب" ترجمہ مضمون مسٹر آرتھر، "دختران اسلام تیرہ سو برس کے سایہ مین" اڈیٹر وغیرہ مفید مضامین ہین، اردو مین اسلامی تعلیمات اور اسلامی تمدن کے مختلف پہلوؤن پر مستقل کتابین موجود ہین، ان کی تلخیص دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، عام دلچسپی کے لئے ادب کی چاشنی کا بھی سامان ہی،

جوہر، مرتبہ جناب راحت مولائی، ایم اے، تقطیع بڑی، ضخامت ۴۴ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت سالانہ عہ/، فی پرچہ ۲/، پتہ :- ایوانِ ادب دار الاشاعت مرادآباد، یوپی،

یہ رسالہ "بزم مغلیہ" مرادآباد کی جانب سے مولینا محمد علی مرحوم کی یادگار مین نکلتا ہی، مضامین کے لحاظ سے اچھا رسالہ ہی، اکثر مضامین سنجیدہ ہین، لائق اڈیٹر نے "محمد علی کی صحافت" مین مولینا مرحوم کی صحافتی زندگی اور اس کی خصوصیات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، اخبار نویس آج بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین، "لیگ آف نیشنز" گو پرانا موضوع ہے، لیکن اس مضمون مین لیگ کے متعلق کافی معلومات ہین، بدر جلالی صاحب کا مضمون "ہماری زبان" بھی لائقِ ذکر ہے، "جوانی کی قربانی" دلچسپ افسانہ ہے،

زندگی، مرتبہ حکیم سید ابوالحسن صاحب تقطیع بڑی، ضخامت ۶۴ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت سالانہ عہ/ فی پرچہ ۴/ پتہ :- قرول باغ، دہلی،

یہ رسالہ دلی سے شائع ہوتا ہے، کئی مہینے ہوئے ایک نمبر ہمارے پاس ریویو کے لئے آیا تھا، ہر نئے رسالہ کے کچھ نہ کچھ مقاصد بھی اڈیٹر کو بتانا پڑتے ہین، اس رسالہ کا مقصد اڈیٹر صاحب کے بیان کے مطابق "زندگی کا فروغ اور ادب کی تزئین ہی، اسی نقطۂ نظر سے اس کو مرتب کیا جائے گا، اس کے حدود عمل سے وہ تمام چیزین خارج رہین گی، جو زندگی پر دباؤ ڈالنے والی، اور اس کو تاریک، نفرت انگیز اور دھندلا کرنے والی ہین" اوّلاً اس شاعرانہ تخیل کی حقیقت ہی تک پہونچنا مشکل ہے، پھر زندگی کا فروغ اور اس کی تزئین خود ذوق اور نقطۂ نظر کے اختلاف کی بنا پر ایک مختلف فیہ چیز ہے، اور اس کے وسائل بھی مختلف ہین، بلکہ بعض حالتون مین شاید متضاد ہون، بہرحال اس شاعرانہ طرز بیان سے قطع نظر یہ رسالہ ادبی اور نیم علمی ہے، اور اس لحاظ سے برا نہین ہے، ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے "محو حیرت ہون کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی" مین سائنس کی ترقیون کے انجام پر نہایت دلچسپ تبصرہ کیا ہے، مولینا اسلم جیراجپوری کے قلم سے "مسلمان جغرافیین" کا مختصر تعارف ہی "ہندی شاعری" پر شاغل صاحب کا مضمون دلچسپ ہے،

تصویر، مرتبہ جناب برق زیدی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۵۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت سالانہ عہ/ ششماہی عہ/ ریاست رامپور،

ریاست رامپور ایک مدت تک علم و ادب کا مرکز رہ چکی ہے، اب بھی وہ شاعرون اور ادیبون سے خالی نہین، عرصہ کے بعد وہان کی بزم ادب کا ایک نقیب نظر آیا ہے، لیکن رامپور کی روایات کے اعتبار سے ابھی ابتدائی منزل مین ہے، مضامین کا معیار بہت معمولی ہے، رامپور مین لکھنے والون کی کمی نہین ہے، تھوڑی سی توجہ سے یہ کمی دور ہو سکتی ہے، نثر کے مقابلہ مین نظم کا حصہ بہتر ہے،

مسافر، مرتبہ جناب رئیس امروہوی، تقطیع بڑی، ضخامت ۴۸ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، معمولی، قیمت عہ/ فی پرچہ ۲/ مسافر خانہ، مرادآباد،

یہ رسالہ مرادآباد کے مشہور اسلامی مسافر خانہ کی طرف سے نکلتا ہے، ادبی مضامین کے ساتھ مفید علمی و تاریخی معلومات بھی ہوتے ہین، "اعتراف گناہ" دلچسپ افسانہ اور "نپولین کا اسلام" مفید مضمون ہی،

اشاعة السنة مرتبہ مولینا ابو اسحٰق عبد اللہ تقطیع اوسط ضخامت ۴۴ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہت معمولی، قیمت:- سالانہ ۱۲ر پتہ دار العلوم ویراوال امرتسر،

یہ رسالہ دار العلوم ویراوال امرتسر سے نکلتا ہے، حدیث وسنت، صحیح اسلامی عقائد، اور دوسری مذہبی تعلیمات کی اشاعت اس کا مقصد ہے، حدیث وسنت کی روشنی مین عقائد عبادات، معاملات، اور دوسرے خالص دینی موضوع پر معمولی درجہ کے مضامین ہوتے ہین،

بچون کی دنیا (ہفت روزہ) مرتبہ جناب جی، ایچ پرکاش، و نور الحسن صاحب ہاشمی، تقطیع بڑی، ضخامت ۱۲ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت معمولی، قیمت سالانہ صر

پتہ:- ملتان شہر،

یہ چھوٹے بچون کا ہفت روزہ تعلیمی وتفریحی رسالہ ہے، ان کے معلومات، ذوق اور دلچسپی کے چھوٹے چھوٹے مضامین ہوتے ہین،

"م"

مقالات شبلی جلد ہفتم

مولینا شبلی مرحوم کے فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ، ضخامت ۱۷۰ صفحے قیمت ۱۲ر

مقالات شبلی جلد ہشتم

مولینا کے قومی اور اخباری مضامین کا مجموعہ جو الندوہ مسلم گزٹ اور دوسرے رسائل واخبارات سے یکجا کئے گئے ہین، ضخامت ۳۰۲ صفحے، قیمت عہ

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

اتاترک مؤلفہ جناب کے اے حمید صاحب بیرسٹر ایٹ لا، تقطیع بڑی، ضخامت ۳۲۵ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد عیر، پتہ:- قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور،

اردو مین اتاترک مصطفیٰ کمال کی جو مستند سوانحعمریان لکھی گئی ہین، ان مین سے ایک یہ بھی ہے، اس مین اتاترک کی ابتدائی زندگی سے لیکر وفات سے کچھ دنون پہلے تک کے حالات اور کارنامے ہین، ان کی پوری زندگی ترکی قوم کی خدمت مین گذری، اس لئے یہ کتاب درحقیقت ترکی کے زوال وعروج اور جمہوریہ ترکی کی تاریخ ہے، اس کا آغاز مصطفےٰ کمال کے خدمات کیساتھ سلطان عبد الحمید کے زمانہ سے ہوتا ہے، اس دور سے جنگ عظیم کے قبل تک کے انقلابات وحوادث کی اجمالی سرگذشت اور جنگ عظیم سے جمہوریہ ترکی کے قیام وترقی کے کسی قدر تفصیلی حالات ہین، کتاب کے آخر مین اتاترک کے تعمیری کارنامون، ریلوے کی توسیع، جنگلات، معدنیات، زراعت، تعلیم، پولیس وغیرہ کی ترقی کے حالات بھی دیدیے گئے ہین، اس سے جدید ترکی کے سیاسی اور تعمیری دونون رُخ سامنے آجاتے ہین، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مین مصطفیٰ کمال کے اسلامی جذبہ اور مذہب کے بارہ مین ان کے خلاف پروپگنڈہ کی تردید کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا ہے، لیکن اس کوشش مین خود مصنف بھی غلو سے نہ بچ سکے، اونھون نے کمالی دور کے ہر تغیر وانقلاب کو خواہ وہ کسی نقطۂ نظر سے کتنا ہی قابلِ اعتراض کیون نہ ہو، جائز اور مذہبی تغیرات کو اسلام کے عین مطابق دکھانے کی کوشش کی ہے، جو سراسر غلط ہے، ٹرکی کے انقلاب مین اسلام کے فروعات مین نہین، بلکہ اصول مین تبدیلیان ہوئی ہین، ازدواج، طلاق، وراثت کے قوانین، سول لا، صریح

شریعت اسلام کے خلاف ہین، جس کی کوئی تاویل نہین ہوسکتی، واقعہ یہ ہی کہ اس دور کے تمدنی انقلاب مین کسی قوم کا قدم اعتدال پر قائم نہین رہ سکتا، پھر مصطفیٰ کمال اس سے کس طرح بچ سکتے تھے، ان کے سامنے اپنی قوم کی موت وزیست، اس کی ترقی اور یورپ کے مقابلہ کا سوال تھا، اس کے لئے انھین جو تدبیر صحیح نظر آئی اُسے اختیار کیا، خواہ وہ اسلامی شریعت کے خلاف پڑتی ہو یا موافق، ان کے جذبہ اسلامی کے واقعات بھی صحیح ہون گے، دونون مین کوئی تضاد نہین ہے، مذہب کے بارہ مین ہمارے اور مغربی تخیل مین بنیادی اختلاف ہے، دونون کبھی ایک نہین ہوسکتے، بہرحال اس کوشش مین مصنف کی نیت نیک ہی، ماخذون کی فہرست کتاب کی صحت کی ضامن ہی، البتہ زبان کی فروگذاشتین جابجا نظر آتی ہین، جوچندان لائق توجہ نہین، ایک بات کھٹکتی ہی کہ مصنف نے جابجا "باب عالی" کو بصیغہ مخاطب لکھا ہی، باب عالی خوش ہوئے، باب عالی نے فرمایا، باب عالی تشریف لے گئے، وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ باب عالی سے خلیفہ کو مراد لیتے ہین، حالانکہ اس سے مراد کابینہ یا ایوان حکومت ہے، کتاب کے شروع مین سرعبدالقادر کا مبسوط مقدمہ ہی،

یورپ کے تاثرات

مؤلفہ جناب بدرالدین صاحب شیّب، بی اے، ال ال بی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت عہ، پتہ سید عبدالقادر اینڈ سنس تاجران کتب چارمینار حیدرآباد دکن،

یہ کتاب مؤلف کی جدت طبع کا دلچسپ اور مفید نمونہ ہے، حیدرآباد مین یورپ کے تعلیم یافتون کی بڑی تعداد ہے، مؤلف نے ان مین سے مختلف زمانون (انیسوین صدی کے آغاز سے اس وقت تک کے) پچیس صاحب علم و نظر اشخاص سے یورپ کی تہذیب و معاشرت، اخلاق و سیرت، خصوصیات، اور مغربی تمدن کے بعض اہم پہلوؤن کے متعلق سوالات کئے تھے، انھون نے جو جوابات دیئے لائق مؤلف نے ان کو اس کتاب مین سنین کی ترتیب سے جمع کرکے ایسا آئینہ تیار کردیا ہے، جس مین مغربی قومون کی خصوصیات اور ان کے تمدن کے تمام خط و خال نظر آتے ہین، اور اس کے بارہ مین مختلف صاحب نظر لوگون کی رائے

نقطۂ نظر اور مشاہدہ کی نوعیت اور کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے، اس کا سب سے مفید پہلو یہ ہے کہ یورپ کے متعلق عام معلومات کے ساتھ اہل یورپ کی وہ خصوصیات اور ان کے تمدن کے وہ عناصر سامنے آجاتے ہین، جنھون نے ان کو ترقی کے اس درجہ پر پہونچایا، اس لئے یہ کتاب لطف و دلچسپی کے ساتھ مفید بھی ہے اور اس سے بہت کچھ سبق حاصل کیا جاسکتا ہے،

امیر العروض

مؤلفہ جناب بزمی انصاری، بی اے، تقطیع بڑی، ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت:- عہ، پتہ:- شیخ غلام علی اینڈ سنز بک سیلرز کشمیری بازار لاہور،

موجودہ شعراء کی بے راہ روی کو دیکھ کر مؤلف نے فن شاعری پر یہ کتاب تالیف کی ہے، اس مین شاعری کے تمام فنی قاعدون اور ادبی اصولون کو جن پر شعر کی صحت اور ان کے محاسن و معائب کا دار ہے، تفصیل و وضاحت کیساتھ بیان کیا ہے، ایک حصہ "عروض و قوافی" مین عروض اور قافیے کے قاعدون، مختلف بحرون، ان کے تغیرات، شاعری کے اصناف، ان کے وزن اور قافیہ کے محاسن و معائب کو بیان کیا ہے، دوسرے حصہ "رموز سخن" مین متروکات اور ان تمام لفظی نقائص کو بتایا ہے جن سے شعر صحت و فصاحت کے درجہ سے گر جاتا ہے، تیسرے حصہ "محاسن سخن" مین شاعری کی صنعتون اور اس کے ان لفظی اور معنوی محاسن کو بیان کیا ہے، جن سے شعر مین بلندی پیدا ہوتی ہے، چوتھے "اصلاح سخن" مین مختلف اساتذہ کی اصلاحون کو جمع کیا ہے، اور ان تمام بحثون مین اردو اشعار کی مثالون سے تشریح و توضیح کی ہے، جس سے مفہوم و منشا پورے طور سے ذہن نشین ہوجاتا ہے، یہ کتاب فن شاعری کا اچھا نصاب ہے، آج کل کے "بے پیرے" شعراء کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا،

سیاسیات کی پہلی کتاب

مؤلفہ پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم اے، تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت ۱۲؍ پتہ:- مکتبہ جامعہ

دہلی، لاہور، لکھنؤ،

اس کتاب مین سیاسیات کی بنیاد "ریاست" کے مبادیات بیان کئے گئے ہین، پہلے باب مین ریاست کے معنی، اس کی پیدایش کے اسباب، اور اس کے اجزا و عناصر بتائے گئے ہین، دوسرے باب مین ریاست کی ابتدا کے متعلق مختلف حکما کے نظریے اور ان پر تنقید ہے، تیسرے باب مین ریاست کے بنیادی مسائل، اقتدار اعلیٰ، اور آزادی یعنی حکومت، قانون، حقوق و فرائض اور شخصی آزادی وغیرہ پر اصولی بحثین ہین، سیاسیات کے مبادی کے لئے یہ کتاب مفید ہے،

الدروس العربیہ جزو اول و ثانی، } شائع کردہ شسٹ بک کمیٹی، مدراس، تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۴، ۴۷، صفحے کاغذ سپید ٹائپ صاف و روشن قیمت ۵ر ۶ر،

یہ دونون عربی زبان کی ریڈرین ہین، انھین اس طرح جدید طرز پر لکھا گیا ہے، کہ صرف و نحو اور ادب کی تعلیم ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے، اس مین صرف و نحو کے قواعد بتانے کے بجائے انھین عربی فقرون اور عبارتون مین برت کر دکھایا گیا ہے، ہر سبق کے شروع مین اس کے قاعدہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے، یہ معلم کا کام ہے کہ وہ عربی فقرون اور عبارتون سے قاعدون کو سمجھاتا اور انکی مشق کراتا جائے، تمام فقرے روزانہ کی بول چال اور ضروریات زندگی سے متعلق ہین، اسلئے عربی بولنے اور لکھنے کی بھی مشق ہوتی جاتی ہے، ان ریڈرون مین جو لغات آئے ہین، کتاب کے آخر مین انگریزی مین اس کے معنی دیدیئے گئے ہین، اگر پڑھانے والا اچھا ہو، تو ان ریڈرون سے آسانی کے ساتھ ابتدائی عربی آسکتی ہے،

"م"

"جلد ۴۵" ماہ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۰ء "عدد ۳"

مضامین

مضمون	مصنف	صفحات
شذرات	سید سلیمان ندوی،	۱۶۲-۱۶۸
مولنا سید سلیمان ندوی کا پہلا کارنامہ،	مولنا مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن	۱۶۹-۱۸۹
کشمیر میں شاہان مغلیہ کے چند آثار،	مولنا محمد بدرالدین صاحب، استاذ عربی مسلم یونیورسٹی،	۱۹۰-۲۰۱
انسانی آزادی جدید سائنس کی روشنی میں،	جناب پروفیسر معتضد ولی الرحمن صاحب	۲۰۳-۲۱۱
"رسالۂ پیری"	ڈاکٹر محمد حفیظ ایم اے پی، ایچ ڈی ڈی لٹ، پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی،	۲۱۲-۲۲۰
استدراک فہرست کتابخانہ بانکی پور،	مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، کیٹلاگر اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ،	۲۲۱-۲۲۳
ہند و مسلمانوں کے تمدنی تعلقات عہد مغلیہ میں،	"ص ع"	۲۲۴-۲۳۱
اخبار علمیہ،	"	۲۳۲-۲۳۵
مطبوعات جدیدہ،	"م"	۲۳۶-۲۴۰